عالمی مجلس تحفظ ختم نبوۃ کا ترجمان

ہفت روزہ ختمِ نبوۃ

INTERNATIONAL URDU WEEKLY **KHATM-E-NUBUWWAT** KARACHI PAKISTAN

جلد:۲۳ | ۱۱ تا ۱۷/ ذیقعدہ ۱۴۲۵ھ مطابق ۲۴ تا ۳۰/ دسمبر ۲۰۰۴ء | شمارہ:۳۱

"بنیاد پرستی" کی اصطلاح

ازدواجی زندگی میں تعلیماتِ نبویؐ

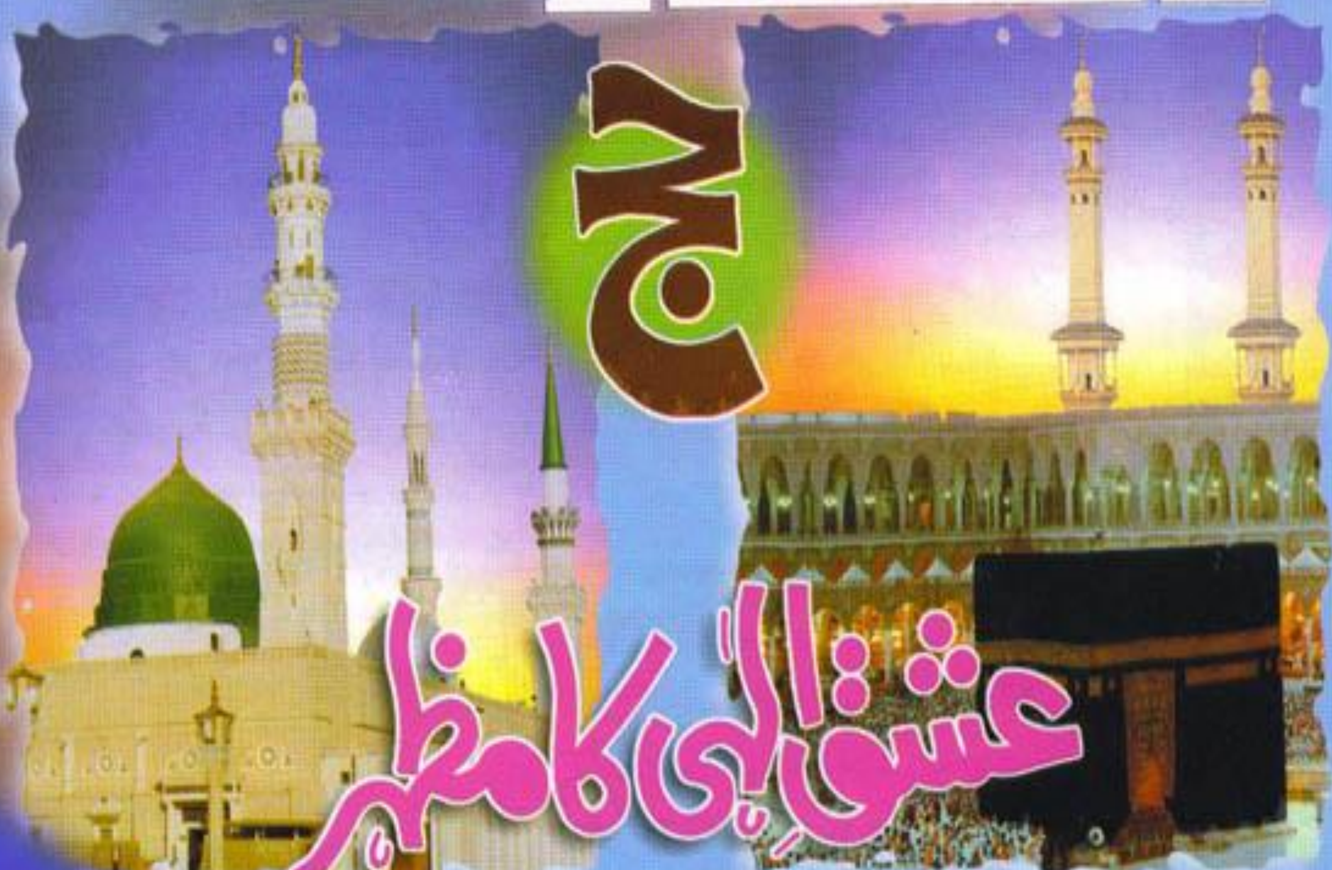

حج عشقِ الٰہی کا مظہر

مرزا قادیانی کے دعوے

عقل وخرد کی کسوٹی پر

تذکرۂ علماء و اولیائے بغداد

Email: editorkn@yahoo.com

Website: http://www.khatme-nubuwwat.org
http://www.khatm-e-nubuwwat.com

شہید اسلام حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی رحمہ اللہ

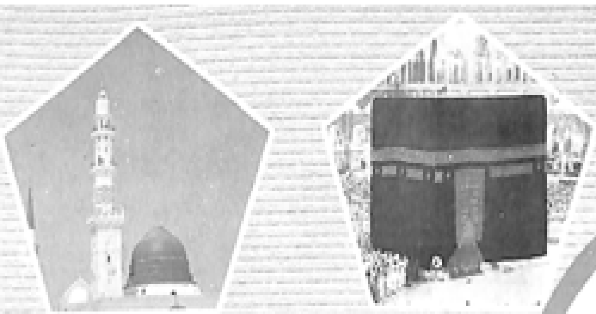

آپ کے مسائل

نظر لگنے کی کیا حیثیت ہے؟

س:...... ہمارے معاشرے میں یا یوں کہئے کہ ہمارے بڑے بوڑھے ''نظر ہونے یا نظر لگنے'' کے بہت قائل ہیں' خاص طور سے چھوٹے بچوں کے لئے بہت کہا جاتا ہے' (خصوصاً اگر وہ دودھ نہ پئے یا کچھ طبیعت خراب ہو وغیرہ) کہ بچے کو نظر لگ گئی ہے' پھر باقاعدہ نظر اتاری جاتی ہے۔ برائے مہربانی اس کی وضاحت فرمائیں کہ اسلامی معاشرہ میں اس کی کیا توجیہ ہے؟

ج:...... نظر لگنا برحق ہے' اور اس کا اتارنا جائز ہے' بشرطیکہ اتارنے کا طریقہ خلاف شریعت نہ ہو۔

امانت میں ناجائز تصرف پر تاوان:

س:...... میں نے اپنے ایک دوست محمد حلیم صاحب کو اپنے سالے کے ۳۰ ہزار روپے مضاربت کے لئے دینا چاہے جب میں ان کے پاس گیا تو وہ نہیں تھے ان کے بھائی محمد اسلم صاحب کو میں نے وہ روپے دیئے کہ بھائی کو دے دیں۔ ان کے پاس ایک آدمی آیا اور محمد اسلم نے وہ روپے بجائے بھائی کے اس کو دے دیئے وہ آدمی ابھی تک نہیں آیا کیونکہ وہ ٹھگ تھا۔ کیا ان روپوں کا تاوان محمد اسلم پر آئے گا؟

ج:...... یہ رقم محمد اسلم کے پاس امانت بن گئی' جس میں اس نے ناجائز تصرف کرکے دوسرے شخص کو دے دی' لہٰذا اس رقم کا تاوان محمد اسلم پر آئے گا۔

امانت رکھی ہوئی رقم کا کیا کروں؟

س:...... میں کچھ عرصے سے ایک الجھن میں ہوں آپ اس کا حل بتا کر ممنون احسان کریں' میں کم پڑھا لکھا ہوں میں جو آپ کی خدمت میں پیش کر رہا ہوں اس کا لب لباب نکال کر بہت جلد میری پریشانی دور فرمادیں۔ ۹/ فروری ۱۹۷۹ء کو ایک شخص مجھ کو ڈھیر ساری رقم بطور امانت دے گیا' ۱۹۸۲ء کو میرے حالات اچانک بدل گئے حتیٰ کہ میں دو وقت کا کھانا پیٹ بھر کر کھانے کو بھی محتاج ہوگیا۔ کاروبار میں نقصان ہوا سب کچھ ختم ہوگیا۔ اب میرے خیالوں میں امانت کی ڈھیر ساری رقم محفوظ تھی جسے اپنے ذاتی کاروبار میں لاکر پھر کفالت کے قابل ہونا چاہتا تھا مگر پھر فوراً اپنا ارادہ اس خیال کی بنا پر بدل دیا کہ امانت میں خیانت ہوگی اور امانت میں خیانت کرنے والا کبھی نہیں بخشا جائے گا' دنیا میں بھی سزا ملے گی اس سے بہتر ہے بھوکا مرجانا' پھر میں اس آدمی کے پاس جاتا ہوں تاکہ اس کی امانت اسے لنادوں تاکہ ہمارے خیالات برے نہ ہوں یا پھر اس سے اجازت لے کر تھوڑی سی رقم بطور قرض حاصل کرلوں گھر سے چل نکلا چونکہ وہ میرے گھر سے کافی فاصلے پر رہتا تھا یعنی دوسرے علاقے میں وہاں سے معلوم ہوا کہ وہ کچھ یوم قبل ہارٹ اٹیک ہونے سے فوت ہوگیا ہے اور اس کا دنیا میں کوئی رشتہ دار بھی نہیں ہے ماں' باپ' بہن بھائی کوئی بھی نہیں۔ ایسے میں' میں اس رقم کا کیا کروں؟ شرعی احکام کی بنا پر ارشاد فرمائیں احسان عظیم ہوگا۔

ج:...... جس کا نہ ہو اس کا ترکہ بیت المال میں داخل ہوتا ہے' آپ چونکہ خود مستحق ہیں اس کو خود بھی رکھ سکتے ہیں اگر کوئی وارث نکل آیا تو اس کو دے دیجئے۔

کیا مقروض آدمی سے قرض دینے والا کوئی کام لے سکتا ہے؟

س:...... انسان ایک دوسرے کے ساتھ تعاون کے بغیر گزارہ نہیں کرسکتا خاص کر بھائی' بہنوں' رشتہ داروں اور دوست احباب کے بغیر اب انہیں قرض دینے کے بعد بحالت مجبوری ان سے کوئی کام لے سکتے ہیں یا یہ سود ہوگا۔ ایک بزرگ کے بارے میں آتا ہے کہ کسی کو قرض دینے کے بعد دھوپ میں اس کے گھر کے سائے سے بچ کر گزرے اور فرمایا کہ یہ سود تھا۔ لیکن ہم درج بالا لوگوں کے بغیر کیسے گزارہ کریں؟

ج:...... اپنے عزیزوں اور رشتہ داروں سے جو کام قرض دیئے بغیر بھی لے سکتے ہیں ایسا کام لینا سود نہیں اور اگر یہ کام قرض کی وجہ سے لیا ہے تو یہ بھی ایک طرح کا سود ہے' بزرگ کے جس قصہ کی طرف آپ نے اشارہ کیا ہے وہ بزرگ ہمارے امام ابوحنیفہؒ ہیں۔ مگر ان کا یہ عمل تقویٰ پر تھا فتویٰ پر نہیں۔

ہفت روزہ ختم نبوۃ

سرپرست اعلیٰ
حضرت خواجہ خان محمد زید مجدہ

سرپرست
حضرت سید نفیس الحسینی دامت برکاتہم

جلد: ۲۳ شمارہ: ۳۱ ۱۱ تا ۱۷/ ذیقعدہ ۱۴۲۵ھ مطابق ۲۴ تا ۳۰/ دسمبر ۲۰۰۴ء

مدیر اعلیٰ
مولانا عزیز الرحمن جالندھری

نائب مدیر اعلیٰ
مولانا محمد اکرم طوفانی

مدیر
مولانا اللہ وسایا

بیاد

امیر شریعت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ
خطیب پاکستان قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ
مجاہد اسلام حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ
مناظر اسلام حضرت مولانا لال حسین اخترؒ
محدث العصر مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ
فاتح قادیان حضرت اقدس مولانا محمد حیاتؒ
شہید اسلام حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ
امام اہل سنت حضرت مولانا مفتی احمد الرحمنؒ
حضرت مولانا محمد شریف جالندھریؒ
مجاہد ختم نبوت حضرت مولانا تاج محمودؒ
مولانا عبدالرحیم اشعرؒ

مجلس ادارت

مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر
مولانا بشیر احمد
صاحبزادہ مولانا عزیز احمد
علامہ احمد میاں حمادی
مولانا نذیر احمد تونسوی
مولانا منظور احمد الحسینی
مولانا سعید احمد جلال پوری
صاحبزادہ طارق محمود
مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی
سید اطہر عظیم
سرکولیشن منیجر: محمد انور رانا
ناظم مالیات: جمال عبدالناصر شاہد
قانونی مشیران: حشمت حبیب ایڈووکیٹ، منظور احمد میو ایڈووکیٹ
ٹائٹل و تزئین: محمد ارشد خرم، محمد فیصل عرفان

اس شمارے میں

اداریہ		4
حج: عشق الٰہی کا مظہر	(مولانا حفیظ الرحمن مدنی)	6
تذکرہ علماء و اولیائے بغداد	(حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی)	10
ازدواجی زندگی میں تعلیمات نبویؐ	(مولانا وسیم احمد خلیلی)	15
"بنیاد پرستی" کی اصطلاح	(مفتی محمد عاشق الٰہی میرٹھیؒ)	18
مرزا قادیانی کے دعوے (عقل و خرد کی کسوٹی پر)	(سید شجاعت علی گیلانی)	20
پاسپورٹ میں مذہب کے خانہ کی اہمیت	(مفتی محمد راشد مدنی)	25

زرتعاون بیرون ملک: امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا: ۹۰ ڈالر۔
یورپ، افریقہ: ۷۰ ڈالر۔ سعودی عرب، متحدہ عرب امارات، بھارت، مشرق وسطیٰ، ایشیائی ممالک: ۴۰ امریکی ڈالر

زرتعاون اندرون ملک: فی شمارہ: ۷ روپے۔ ششماہی: ۱۷۵ روپے۔ سالانہ: ۳۵۰ روپے
چیک۔ ڈرافٹ بنام ہفت روزہ ختم نبوت۔ اکاؤنٹ نمبر 363-8 اور اکاؤنٹ نمبر 927-2 الائیڈ بینک بنوری ٹاؤن برانچ کراچی پاکستان ارسال کریں

لندن آفس:
35, Stockwell Green,
London, SW9 9HZ U.K.
Ph: 0207-737-8199

مرکزی دفتر: حضوری باغ روڈ، ملتان
Hazori Bagh Road, Multan.
Ph: 583486-514122 Fax: 542277

جامع مسجد باب الرحمت (ٹرسٹ)
Jama Masjid Bab-ur-Rehmat (Trust)
Old Numaish M.A. Jinnah Road, Karachi.
Ph: 7780337 Fax: 7780340

ختم نبوۃ

اداریہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مسلمانوں کے لئے امتحان کا وقت

دنیا بھر میں مسلمانوں کے قتل عام کا سلسلہ زور و شور سے جاری ہے۔ مختلف المناک واقعات میں سال رواں کے آغاز سے لے کر اب تک ہزاروں بلکہ شاید لاکھوں مسلمان شہید کئے جا چکے ہیں۔ عراق' فلسطین' افغانستان' چیچنیا' نائیجیریا' تھائی لینڈ سمیت دنیا کے مختلف ممالک میں سینکڑوں مسلمان' یہودی و عیسائی دہشت گردوں اور دیگر مذاہب کے شدت پسندوں اور ان کے ٹاؤٹوں کے ہاتھوں جام شہادت نوش کر چکے ہیں۔ مسلمانوں کو شہید کئے جانے کے واقعات اس حقیقت کی طرف نشاندہی کرتے ہیں کہ مسلمانوں کے خلاف پورے عالم کا کفر اکٹھا ہو چکا ہے اور ہر غیر مسلم ملک مسلمانوں کے قتل عام میں برابر کا حصہ لے رہا ہے۔ حد تو یہ ہے کہ بعض نام نہاد مسلم ممالک بھی بے غیرتی کی تمام حدود پار کر کے مسلمانوں کے قتل عام کی اس عالمی مہم کا حصہ بنے ہوئے ہیں۔ ہر ماہ ہزاروں مسلمانوں کو تہ تیغ کیا جا رہا ہے۔ عالمی ضمیر مردہ ہو چکا ہے۔ اس کے تن مردہ میں صرف اس وقت جان آتی ہے جب کوئی یہودی' عیسائی' قادیانی یا کوئی اور غیر مسلم مرتا ہے۔ اس وقت عالمی ضمیر پورے زور و شور سے واویلا کرتا ہے۔ مغربی میڈیا اور دنیا کے دیگر ذرائع ابلاغ اس وقت اس کی چیخ و پکار کو بڑے غور سے سنتے ہیں اور اس کی حمایت میں اسلام اور مسلمانوں پر چڑھ دوڑتے ہیں۔ مغربی میڈیا اس وقت اس بپھرے ہوئے وحشی کتے کی مانند ہو جاتا ہے جسے کسی بے ضرر خرگوش پر چھوڑ دیا گیا ہو۔ مغربی میڈیا کا رخ اس وقت اسلام' مسلمانوں' دینی مدارس اور دیگر اسلامی اداروں کے خلاف بے بنیاد پروپیگنڈا مہم چلانے کی طرف ہو جاتا ہے۔ مظلوم مسلمانوں کی طرف سے دنیا کی توجہ اتنی کامیابی سے ہٹائی جاتی ہے کہ لوگوں کو بھول کر بھی یہ خیال نہیں آتا کہ مغربی میڈیا اس گروہ کا ترجمان ہے جس نے مسلمانوں کی لاشوں کے اوپر اپنی فتح کے جھنڈے گاڑے ہیں اور مسلمانوں کی لاشوں پر فتح کے مینار تعمیر کئے ہیں۔ گویا وہی تماشہ ہوتا ہے جسے شاعر نے یوں منظوم کیا ہے کہ:

دامن پہ کوئی چھینٹ نہ خنجر پہ کوئی داغ
تم قتل کرو ہو کہ کرامات کرو ہو

نام نہاد ''مہذب دنیا'' جس کا دامن لاکھوں مسلمانوں کے خون سے آلودہ ہے' خود بھی دکھاوے کے طور پر اسلام کو ''امن پسند مذہب'' قرار دیتی ہے لیکن پیٹھ پیچھے چھرا گھونپنے کے اپنے طرز عمل کو بھی جاری رکھتی ہے۔ کل تک بعض مسلم ممالک کے حکمران ''نئی دنیا'' کے حامی تھے اور اس کے کاز کے علمبردار تھے تو انہیں ہر طرح نوازا جاتا تھا اور دشمن کے مقابلے پر انہیں بے اندازہ اسلحہ دیا جاتا تھا اور ان کی ہر طرح حمایت کی جاتی تھی لیکن جب وہ مسلم حکمران ''نئی دنیا'' کے لئے ناکارہ ہو گئے تو ان مسلم حکمرانوں سے اسلامی ممالک کو آزاد کرانا ''نئی دنیا کا قانون'' ٹھہرا۔ اگر بات ''آزادی'' تک محدود رہتی تو شاید اسے مکافات عمل قرار دیا جاتا لیکن ''آزادی'' کے اس نام نہاد عمل کے دوران ہزاروں' لاکھوں مسلمانوں کا جو قتل عام کیا گیا جس میں بوڑھے' بچے' عورت کی کوئی تمیز نہیں رکھی گئی' مغربی ممالک بالخصوص ''نئی دنیا'' کے حکمران اس کا کیا جواب دیں گے؟ اور اسے کس طرح درست ٹھہرائیں گے؟ ایک فرد کی خاطر ہزاروں' لاکھوں بے گناہ انسانوں' بوڑھوں' بچوں اور عورتوں کو قتل عام کا نشانہ بنانا اور اس سے کہیں زیادہ تعداد کو بے گھر کر دینا ''نئی دنیا'' کا کون سا قانون ہے؟ کیا یہ ظلم و ناانصافی نہیں؟ کیا یہ انسانی حقوق کی خلاف ورزی نہیں؟ کیا یہ عالمی معاشرے کو عہد جاہلیت میں دوبارہ دھکیلنے کی کوشش نہیں؟ کیا مغربی حکومتیں انسانیت سے گرے ہوئے اپنے اس طرز عمل کی وضاحت کر سکتی ہیں؟ یہ مسلمان جو شہید ہوئے کوئی دہشت گرد نہیں تھے۔ یہ معاشرے کے عام افراد تھے۔ ان کا ''جرم'' بس مسلمان ہونا اور خدائے وحدہ لاشریک اور اس کے پاک

رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان رکھتا ہے۔

اس موقع پر ہم یہ کہنا چاہیں گے کہ مسلم امہ کو چاہئے کہ اقوام متحدہ سمیت تمام عالمی اداروں میں دنیا بھر میں جاری مسلمانوں کے اس سفاکانہ قتل عام کے خلاف آواز اٹھانے کے ساتھ ساتھ ان تمام ممالک سے جواب طلبی کرے کہ جنہوں نے اس قتل عام میں حصہ لیا کہ ان ممالک نے مسلم اقلیت کا قتل عام آخر کس بنیاد پر کیا؟ مسلم سربراہان کسی قسم کی نرمی سے کام نہ لیں بلکہ سختی سے ان ممالک کے سربراہان سے باز پرس کریں۔ اگر یہ سختی نہ کی گئی تو یہ سلسلہ چل نکلے گا اور ہر غیر مسلم ملک مسلمانوں کے لئے قتل گاہ بن جائے گا۔ ہم دنیا بھر کے عام مسلمانوں سے بھی یہ کہنا چاہیں گے کہ وہ غیر مسلم ممالک بالخصوص مغربی ممالک کے حوالے سے اپنی آنکھوں پر بندھی رواداری کی پٹی اتار پھینکیں اور انہیں اپنا دوست ملک سمجھنا ترک کردیں۔ وہ یہ بات یاد رکھیں کہ مغرب ایک خون آشام درندہ بن چکا ہے جو یہ سمجھتا ہے کہ اس کی پیاس روئے زمین پر بسنے والے مسلمانوں کے خون سے ہی بجھ سکتی ہے اور اپنی پیاس کے بجھانے کے لئے یہ خون آشام درندہ آخری مسلمان کے خون کے آخری قطرے تک کو پینے کا تہیہ کرچکا ہے' یہ درندہ اس وقت تک مسلمانوں کا خون بہاتا رہے گا جب تک اسے یہ یقین نہ ہوجائے کہ وہ دنیا سے مسلمانوں کو ختم کرچکا ہے۔ اس لئے تمام مسلمانوں کو متحد ہوکر اسلام اور مسلمانوں کی سربلندی کے لئے کام کرنا چاہئے اور دنیا کے کسی بھی گوشے میں بسنے والے مسلمان کے ساتھ کسی بھی قسم کے ظلم وزیادتی یا ان کے قتل عام کی صورت میں ہر ممکن اقدامات اٹھانے چاہئیں اور ظالم کو ظلم سے ہر صورت میں روکنے کی کوشش کرنی چاہئے۔ یہ دنیا بھر میں بسنے والے مسلمانوں کا اجتماعی فریضہ ہے جس کی ادائیگی وقت کا تقاضا ہے۔

عالمی حالات اور امت مسلمہ

عالمی حالات اس وقت جس طرف جارہے ہیں وہ بظاہر مسلمانوں کے لئے ناسازگار ہیں۔ پوری دنیا میں انہیں کچلنے کی پالیسی پر عمل کیا جارہا ہے۔ این جی اوز کی آڑ میں مسلمانوں کو اسلام سے منحرف کرکے قادیانی' عیسائی' یہودی اور دیگر مذاہب کا پیروکار بنانے کی کوشش کی جارہی ہے۔ دہشت گردی کی آڑ میں ان پر زمین تنگ کی جارہی ہے اور انہیں جینے کے حق سے محروم کیا جارہا ہے۔ انسانی حقوق کے نام پر اسلامی قوانین کے نفاذ کو روکا جارہا ہے اور اسلامی قوانین کو نعوذ باللہ وحشیانہ قوانین قرار دیا جارہا ہے۔ مسلم ممالک کی حکومتوں پر دباؤ ڈال کر انہیں اسلام سے بغاوت اور مسلمانوں کے خلاف سخت سے سخت اقدامات اٹھانے پر مجبور کیا جارہا ہے۔ انتہا پسندی کے نام پر اپنے مخالفین سے انتقام لیا جارہا ہے۔ ان حالات میں مسلمانوں پر بڑی بھاری ذمہ داری عائد ہوتی ہے۔ انہیں چاہئے کہ وہ موجودہ حالات کو ایک چیلنج سمجھ کر قبول کریں۔ ان کے سامنے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کا اسوہ اور صحابہ کرامؓ کی زندگیاں ہیں جنہوں نے اس سے زیادہ سخت حالات میں اسلام کے پرچم کو سربلند رکھا۔ یاد رکھئے! یہ وہ وقت ہے کہ جو اس وقت دین پر ثابت قدم رہا وہ انشاء اللہ تعالیٰ قیامت کے دن بے انتہا اجر وثواب کا مستحق ٹھہرے گا۔ یہ سختیاں' یہ پریشانیاں عارضی ہیں۔ مسلمانوں پر اس سے زیادہ سخت پریشانیاں آئی ہیں اور انہوں نے آج سے بہت بڑھ کر قربانیاں دی ہیں۔ مسلمانوں کی پوری تاریخ قربانیوں سے رقم ہے۔ ہمیں چاہئے کہ ہم بھی اپنے اسلاف کی پیروی کریں' جنہوں نے کٹنا تو قبول کرلیا لیکن اسلام سے سرتابی قبول نہ کی' انہوں نے ایک اسلامی حکم کو پورا کرنے کے لئے اپنی جانوں کے نذرانے پیش کئے' لاہور میں تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء کے دوران اذان پوری کرنے کے لئے کئی مسلمانوں نے جان کے نذرانے پیش کئے لیکن اذان مکمل کی' آپ کے اسلاف کا یہ طرز آپ سے یہ مطالبہ کرتا ہے کہ حق کو تھامے رکھئے اور قانون کی پاسداری کرتے ہوئے اسلام کے فروغ کی مہم کو جاری رکھئے اور اپنے عزم وعمل سے اس صدی کو غلبۂ اسلام کی صدی بنادیجئے۔ یہ وقت آپ سے جس قربانی کا مطالبہ کرتا ہے اسے پورا کیجئے تاکہ روز محشر آپ شفاعت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے حق دار بن سکیں۔ اللہ تعالیٰ اس عظیم کام میں آپ کا حامی وناصر ہو!

حج عشقِ الٰہی کا مظہر

مولانا حفیظ الرحمٰن مدنی

حج میں عشق وفنائیت کا پہلو:

حج کا ذکر جیسے ہی آتا ہے تو عموماً اس کے دو پہلو سامنے آتے ہیں' ایک عشق و محبت' فدائیت و فنائیت جنون ووارفتگی کا پہلو' جس کی بنا پر ایک حاجی عشق الٰہی سے سرشار' دیوانگی کی کیفیت کے ساتھ قدم بڑھاتا ہے اور میقات جہاں سے حرم پاک کی خصوصی تعظیم اور اس کے تقدس کی حد شروع ہوتی ہے' وہیں سے کفن کے مشابہ احرام کی چادریں لپیٹ کر دیوانہ وار پھرتا رہتا ہے' کبھی خانہ کعبہ کا چکر لگاتا ہے' تو کبھی منیٰ کی وادیوں کے درمیان عشق کی راہ میں حائل ہونے والے شیطان کی علامتوں اور مجسموں کو سنگسار کرتا ہے' میدان عرفات میں تڑپ تڑپ کر بے خودی کے عالم میں اپنے محبوب کو راضی کرنے کی کوشش کرتا ہے اور لگاتار آنسوؤں کی سوغات پیش کرتا چلا جاتا ہے اور اسی طرح چلتے چلتے مزدلفہ میں رک کر رات کی تاریکیوں میں اپنے مولیٰ احکم الحاکمین سے مناجات اور سرگوشیاں کرتا ہے اور خالص اسی کی رضا کے لئے جانور ذبح کرتا ہے اور اس کے ذریعہ اپنے لاڈلے بیٹے کی قربانی کا بدل پیش کرتا ہے اور یہی وہ مقام خلت ہے جس کے ذریعہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو سرفراز کیا گیا۔

عبدیت ومسکنت کا پہلو:

دوسرا پہلو عبدیت و عاجزی' ذلت و مسکنت' خود سپردگی اور اطاعت کا ہوتا ہے جس کے ذریعہ حاجی اللہ کا خاص بندہ' اس کا منتخب اور مقبول پسندیدہ ہوجاتا ہے' گناہوں سے پاک وصاف اور صلاح و تقویٰ سے آراستہ ہوجاتا ہے' آیت کریمہ اسی واضح حقیقت کو بیان کرتی ہے:

"حج کے چند مہینے ہیں جو مشہور و معلوم ہیں' پس جو شخص ان ایام میں اپنے ذمہ حج مقرر کرلے تو پھر اس شخص کو نہ کوئی فحش بات جائز ہے نہ کوئی بے حکمی درست ہے اور نہ کسی سے نزاع وتکرار زیبا ہے' اور جو نیک کام کروگے خدا کو اس کی اطلاع ہوتی ہے اور زادراہ لے لیا کرو' بیشک بہتر توشہ تقویٰ ہے اور مجھ سے ڈرو اے عقلمندو!۔" (سورۂ بقرہ:۱۹۷)

حدیث مقدس سے اس کی حقیقت اس طرح ظاہر ہوتی ہے:

"ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ راوی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس نے حج کیا جس میں نہ فحش بات کی اور نہ ہی گناہ کا کام کیا' تو اس حالت میں واپس ہوتا ہے جیسے آج ہی اس کی ماں نے اسے جنا ہے۔" (متفق علیہ)

"حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حج مقبول کا ثواب جنت کے سوا دوسرا نہیں ہے۔"

وحدت ومساوات اسلام کی مرکزی خصوصیت:

لیکن اسی کے ساتھ حج کی ایک تیسری جہت بھی ہے جو اس کی ایک اہم خصوصیت ہے اور اس کا دعوتی و اصلاحی پہلو بھی ہے' جو درحقیقت پورے مذہب اسلام کی امتیازی صفت ہے' کیونکہ اسلام امن وعافیت کا پیغام ہے جو دیگر خصوصیات کے ساتھ وحدت واجتماعیت کی شکل میں زیادہ نمایاں نظر آتا ہے' کیونکہ اسلام کے تمام ہی شعبوں میں یکسانیت ومساوات کا پہلو غالب ہے: "یداللہ علی الجماعۃ" اللہ کی مدد جماعت کے ساتھ ہے۔ نماز باجماعت کی مشروعیت سے خود یہ حکمت سمجھ میں آتی ہے' اسی طرح اخلاق کی بلندی سے بھی اتحاد واتفاق قائم ہوتا ہے اور شیرازہ بندی ہوتی ہے' نکاح بھی عقد انضمام ہے اور خاندانوں کے جوڑنے اور وجود میں آنے کا ذریعہ ہوتا ہے' عقود ومعاملات اور خرید وفروخت میں بھی خاص طور پر ایسی شرطوں کو فساد کا ذریعہ قرار دیا گیا' جو انتشار ونزاع اور مخاصمت کا

سبب ہوں' اس سے یہ بات واضح ہے کہ اسلام کے تمام احکام اور شعبوں میں اتحاد و اجتماعیت خاص طور سے ملحوظ ہوتی ہے' اور یہی کیا' اسلام تو ایک ابدی پیغام بن کر آیا اور دنیا کے تمام انسانوں کو ایک جھنڈے تلے جمع ہونے کی دعوت دی' ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"قل یا أیها الناس انی رسول الله الیکم جمیعا."

(سورۂ اعراف)

ترجمہ: "اے نبی پاک (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ فرما دیجئے کہ اے لوگو! میں تم سب کی طرف اللہ کا بھیجا ہوا رسول ہوں۔"

مناسک حج میں وحدت و مساوات:

حج کے افعال کی ابتدا احرام سے ہوتی ہے اور جبکہ عازمین حج پوری دنیا کے مختلف علاقوں' نسلوں' زبانوں' تہذیبوں سے تعلق رکھنے والے ہوتے ہیں جن کی طبیعتیں اور مزاج مختلف ہوتے ہیں اور طبقات بھی مختلف' شاہ و گدا' امیر و غریب' آقا و غلام' محمود و ایاز' سب ہی جمع ہوتے ہیں' جن میں سے اگر ایک پھولوں کی سیج پر چلنے کا عادی ہوتا ہے تو دوسرا کھیت کی مٹیوں کے ساتھ لت پت' کوئی گدیوں پر بیٹھ کر حکم نافذ کرتا ہے تو کوئی مشین کے کل پرزوں کے ساتھ ہم رنگ و ہم آہنگ' اسی طرح اگر کوئی نرم و گداز بستروں پر نیند سے لطف اندوز ہونے والا ہے تو دوسرا فٹ پاتھ اور کنکریلی زمین پر زندگی گزارنے والا۔

لیکن جیسے ہی حج کا ارادہ کیا سب کا لباس ایک' وہی کفن نما' رنگ بھی ایک یعنی بے رنگی' جسے سفید کہئے' نوعیت بھی ایک' انداز بھی ایک اور اس لباس کو اختیار کرنے کا وظیفہ بھی ایک' وہیں سے سارے امتیازات مٹ جاتے ہیں اور سب کی زبانوں پر ایک ساتھ توحید کا ترانہ جاری ہو جاتا ہے:

لبیک اللهم لبیک' لبیک لا شریک لک لبیک' ان الحمد والنعمة لک والملک لا شریک لک."

ترجمہ: "اے اللہ! میں حاضر ہوں' حاضر ہوں تیرا کوئی شریک نہیں' میں حاضر ہوں' ساری تعریفیں اور نعمتیں تیرے ہی لئے زیبا ہیں اور حکومت و بادشاہت بھی تیرا کوئی شریک نہیں۔"

ایک ہی صف میں کھڑے ہوگئے محمود و ایاز
نہ کوئی بندہ رہا اور نہ کوئی بندہ نواز

درحقیقت حج ان وطنی' نسلی' لسانی اور علاقائی قومیتوں کے خلاف اسلامی قومیت کی جیت ہے جن کے بہت سے اسلامی ممالک (مختلف عوامل اور دباؤ کے ماتحت) شکار ہیں' وہ اسلامی قومیت کا مظہر اور اعلان ہے' ان میں حاکم و محکوم' آقا و غلام' امیر و فقیر' چھوٹے اور بڑے کی کوئی تفریق نہیں ہوتی۔ ان کے لباس اور صدا دونوں میں اسلامی قومیت جلوہ گر ہوتی ہے' یہی حال حج کے دوسرے اعمال' عبادات' مناسک اور شعائر و مقامات کا ہے' جہاں ہر قوم و ملک کے لوگ دوش بدوش نظر آتے ہیں اور قریب و بعید' عرب و عجم کے سارے فرق مٹ جاتے ہیں (ارکان اربعہ)۔

واقعی "انما المؤمنون اخوة" کی صحیح تصویر سامنے آتی ہے۔ وحدت و توافق کا عجب دلکش منظر ہوتا ہے' سروں کو کھولتا ہے اور تلبیہ گنگناتا ہے' اگر عشق و فنائیت کا مظہر ہے تو سب کا محبوب بھی ایک ہی ہے:

"لا اله وحده لا شریک له له الملک وله الحمد یحیی ویمیت بیده الخیر وهو علی کل شیئ قدیر."

عاشقین بے شمار ہیں لیکن سب کا محبوب ایک ہے' اظہار عشق کا انداز بھی ایک ہے' مقصود و مراد ایک ہے' جذبات کی اصل بھی ایک ہے' وجدان جداگانہ ہے' کیفیتیں متفاوت ہیں' جو خاص عطیہ خداوندی ہیں اور محبوب سے قربت اور اس کی حلاوت کی ایک صورت ہے اور عشق حقیقی کی تڑپ کا ایک کرشمہ ہے:

اللہ اگر توفیق نہ دے انسان کے بس کا کام نہیں
فیضان محبت عام سہی' عرفان محبت عام نہیں

اس حقیقت سے آشنا ہونے کے لئے حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب "فضائل حج" میں حضرت شیخ شبلی رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے مرید کے مکالمے کا مطالعہ کافی ہے۔

تلبیہ کے کلمات بھی درحقیقت عشق و مستی سے سرشار' محبوب کی رضا جوئی میں فدا کاری کی طرف سے درد بھرا ہوا نعرۂ توحید ہے' جس میں روح کو تڑپانے اور قلب کو گرمانے کی قوت ہے۔

حنیفیت کی ہمہ گیری:

یہ گویا اصحاب کہف (چند نوجوانوں) کے اندر پائی جانے والے حق کی سچی طلب کا ایک عکس جمیل ہے' کیونکہ وہ لوگ اپنے ٹھکانوں سے علیحدہ علیحدہ دین حق کی طلب اور اس کے تحفظ کے لئے نکلے اور جب اکٹھا ہوئے تو سب کا منتہائے نظر اور مرکز توجہ ایک ظاہر ہوا۔

اور یہ اس حنیفیت کا ثمرہ ہے جو ابوالانبیاء

ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ان کی ذریت میں منتقل ہوتا چلا آرہا ہے اور یہی نہیں بلکہ یہ ندائے خلیل کے جواب کا ایک بہترین نمونہ بھی ہے' کیونکہ حدیث میں آتا ہے کہ جس نے جتنی بار لبیک کہا ہوگا وہ اتنی بار حج کی دولت سے سرفراز ہوگا اور کیوں نہ ہو کہ یہ ابراہیم علیہ السلام کی دعاؤں کی قبولیت کا ایک مظہر ہے' جو انہوں نے کعبہ مشرفہ کی تعمیر کے وقت اپنے رب کے حضور پیش کی تھی:

''اے ہمارے پروردگار! ہم دونوں کو اپنا فرمانبردار بنادے اور ہماری نسل سے ایک فرمانبردار امت پیدا کر اور ہم کو ہمارے دینی قاعدے بتلادے اور ہمارے حال پر توجہ رکھ یقیناً تو بڑا توجہ فرمانے والا بڑا مہربان ہے۔''
(سورۂ بقرہ)

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں باری تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

''درست دین ابراہیمؑ کا جو یکسو تھے اللہ کے لئے اور مشرکین میں سے نہیں تھے۔'' (سورۂ انعام)

''میں نے اپنے رخ کو اللہ کے لئے پھیرلیا' جس نے آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کیا' سب سے یکسو ہوکر اور میں مشرکین میں سے نہیں ہوں۔''
(سورۂ انعام)

حنیفاً کی تفسیر میں علامہ شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے: ساری مخلوق سے یکسو ہوکر صرف خالق جل وعلا کا دروازہ پکڑلیا ہے' جس کے قبضہ اقتدار میں سب علویات وسفلیات ہیں' یہی وہ توحید خالص ہے جو ابراہیم علیہ السلام کی پوری زندگی میں نمایاں ہے اور اسی نے ان کو کڑی سے کڑی آزمائش اور بڑے سے بڑے امتحان میں کامیاب وبامراد کیا:

''اور جب آزمایا ابراہیمؑ کو ان کے رب نے کئی باتوں میں پھر انہوں نے وہ پوری کیں تب فرمایا: میں تجھ کو بناؤں گا لوگوں کا پیشوا۔'' (سورۂ بقرہ)

''بلاشبہ یہ ایک کھلی ہوئی آزمائش ہے۔'' (سورۂ صافات)

یہی توحید باری عشق ومحبت کی جان اور عبادت واطاعت کی حقیقی روح ہے' جو حج کے تمام افعال کے اندر جلوہ گر ہوتی ہے' اگر یہ نہ ہو تو حج محض ایک ظاہری شکل وصورت ہے جس کی کوئی روح اور حقیقت نہیں اور نہ ہی اس پر کوئی اجر وثواب مرتب ہوسکتا ہے۔

طواف میں وحدت کی جلوہ نمائی:

طواف زیارت حج کا رکن ہے' اس کے بغیر حج ادا ہی نہیں ہوسکتا' اس میں بھی وحدت کی جلوہ نمائی عجیب ہی ہے' ایک لیلیٰ عشق ہے جو اپنے دیوانوں سے خراج محبت وصول کرتی ہے' دنیا سے آئے ہوئے عشق کے متوالوں اور توحید کے بادہ خواروں کا ایک ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر ہے جن کو حکم ہی یہی ہے کہ ایک خانہ کعبہ کا ایک متعین اور محدود وقت میں طواف کریں' ورنہ ان کا سفر بے سود اور دولت رائیگاں جائے گی۔

وقوف عرفہ کا اساسی کردار:

حدیث میں آتا ہے: ''الحج هو العرفة'' (وقوف عرفہ) حج کا دوسرا رکن ہے' اس کے بغیر بھی حج کا وجود قائم نہیں رہ سکتا' زوال سے غروب کے درمیان ہر ایک کا وہاں پہنچنا ضروری ہے' چاہے ایک لمحہ ہی کے لئے سہی۔

دنیا کے کسی ملک وقوم اور کسی رنگ ونسل سے تعلق رکھنے والا ہو' جب ایک مالک کے حکم' اتباع اور محبت میں سفر کیا ہے اور اسی کو ایک مانا ہے تو حکم ہے کہ مجھ کو ایک مان کر آنے والے سب اسی ایک میدان عرفات میں جمع ہوجائیں تب ہی قبولیت کا درجہ ملے گا یہی وہ جگہ ہے' جہاں نسل انسانی کے اجتماع کی بنیاد پڑی' جبکہ جنت سے دنیا میں آنے کے بعد آدم وحوا علیہما السلام کی پہلی ملاقات یہیں ہوئی: یہاں بھی وہی اجتماعیت ہے' بندوں نے خدا کو ایک مانا تو رب العالمین نے بھی اپنے سب منتخب بندوں کو ایک ساتھ دیکھنا پسند فرمایا' اور محبت کا امتحان بھی لیا کہ دوپہر کے وقت دھوپ تمازت اور تپش کی حالت میں بلایا اور تضرع وعاجزی' انابت وخشوع کو اس کی روح اور اساس قرار دیا' اسی طرح جبل رحمت پر ایک ساتھ حاضر ہوکر دعا کرنا' عرفات سے ایک ساتھ نکلنا اور مزدلفہ میں ایک ساتھ رات گزارنا پھر ایک ساتھ وہاں سے متحرک ہونا' پھر منیٰ میں قیام کرنا' قربانی کرنا' سرمنڈانا اور شیطان کو کنکری مارنا وغیرہ سارے ہی کام ایک ساتھ انجام دیئے جاتے ہیں یہ وحدت ومساوات نہیں تو اور کیا ہے؟

شب گریزاں ہے جلوۂ خورشید سے:

اسی طرح حج کا اتحادی واجتماعی پہلو اس سے بھی سامنے آتا ہے کہ جاہلیت میں قریش حاجیوں کے ساتھ عرفات نہیں جاتے تھے بلکہ حرم ہی میں رکے رہتے تھے' وہ کہتے تھے کہ ہم اہل اللہ میں سے ہیں اور بیت اللہ کے محافظ ومجاور ہیں' ان کا منشا یہ تھا کہ وہ بقیہ لوگوں سے ممتاز رہیں' اپنی پوزیشن اور حیثیت اور جو امتیاز وفوقیت ان کے خیال میں ان کو حاصل تھی' اس کو برقرار رکھیں' اللہ نے اس جاہلی

اور نسلی امتیاز کو ختم کیا اور ان کو حکم دیا کہ جس طرح اور لوگ کرتے ہیں وہی وہ بھی کریں اور عرفات میں قیام کریں، ارشاد فرمایا: "ثم افیضوا من حیث افاض الناس" ہاں تو تم وہاں جا کر واپس آؤ جہاں سے لوگ واپس آتے ہیں۔

امام بخاریؒ اپنی سند کے ساتھ حضرت عائشہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ قریش اور وہ لوگ جو ان کے طریقہ پر تھے، مزدلفہ میں ٹھہرتے تھے اور ان کو "حمس" کہا جاتا تھا۔

بقیہ سب عرفات میں قیام کرتے تھے، جب اسلام آیا تو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا کہ عرفات میں جائیں اور وہاں قیام بھی کریں، پھر سب کے ساتھ وہاں سے واپس ہوں۔

اور حجۃ الوداع کے خطبے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مساوات کا درس بھی دیا تھا اور ارشاد فرمایا:

"لا فضل لعربی علی لعجمی ولا لعجمی علی عربی ولا لابیض علی اسود ولا لاسود علی ابیض الا بالتقوی ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم۔"

میدان عرفات سے اس کا اعلان اسلامی درس و موعظت کے ساتھ حج کی اجتماعیت و وحدت کا ایک مرکزی پیغام بھی ہے۔

مورخ اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ نے عرب کے جاہلی معاشرہ کا نقشہ اس طرح کھینچا ہے: عہد جاہلیت میں حج کا موسم ایک دوسرے پر فخر کرنے اور مناظرہ و مقابلہ کا اسٹیج بن گیا تھا، جس طرح "عکاظ، ذوالمجنہ اور ذوالمجاز" کے بازار اور میلے تھے۔ اہل جاہلیت ہر ایسی تقریب اور ایسے مواقع کی تلاش میں رہتے تھے، جہاں قبائل کو جمع ہو کر قصیدہ خوانی اور لن ترانی کا موقع مل سکے اور اپنے آباؤ اجداد کے کارنامے بڑھ چڑھ کر بیان کئے جائیں۔ منیٰ کا اجتماع اس جاہلی جذبہ کی تسکین کا بہترین ذریعہ تھا، اس لئے اللہ تعالیٰ نے اس کو منع فرمایا، اور اس کا بہترین بدل عنایت فرمایا اور آباؤ اجداد سے بڑھ کر اپنا ذکر کرنے کو اور ایک ساتھ کرنے کو ارشاد فرمایا۔ (ارکان اربعہ)

وحدت حج پر اجمالی نظر:

حج ایسی عبادت ہے جس میں دنیا بھر سے آئے مختلف نسل و قوم کے لوگ ہوتے ہیں ایک کو دوسرے کا دکھ درد جاننے، احوال کو پہچاننے اور دینی احوال سے باخبر ہونے، نیز بڑے بڑے علمائے دین سے معلومات کا زریں موقع فراہم ہوتا ہے، کیونکہ وہاں مختلف زبانوں کے علماء جمع ہو جاتے ہیں اور اسی کے ساتھ ساتھ محض دین کی بنیاد پر الفت و موانست پیدا ہوتی ہے جس سے اتحاد و توافق اور یکسانیت کا رنگ غالب ہوتا ہے۔

اور حقیقت تو یہ ہے کہ حج ایک ایسی ہمہ گیر عبادت ہے، جس کے امتیازات و خصوصیات، دروس و عبر، اور فوائد و ثمرات کا احاطہ دشوار ہے، جو خود باری تعالیٰ کے اس ارشاد سے ظاہر ہے:

"اور لوگوں میں حج کا اعلان کردو لوگ تمہارے پاس پیدل بھی آئیں گے اور دبلی اونٹنیوں پر بھی جو دور دراز راستوں سے پہنچی ہوں گی تاکہ اپنے فوائد کے لئے آموجود ہوں۔" (سورۂ حج)

اس موقع پر منافع کو مطلق بولا گیا ہے اور اس کے لئے نکرہ کا صیغہ استعمال کیا گیا ہے، اس بلیغ تعبیر سے منافع کی کثرت اور تنوع اور ہر دور میں اس کی بولتی ہوئی قسموں، راستوں، طریقوں اور پہلوؤں کی طرف توجہ دلانا مقصود ہے، جس کا شمار ناممکن ہے، ان ہی منافع میں سے ایک وحدت و مساوات اور عشق خداوندی ہے، جس کی عجیب و غریب کرشمہ سازی حج کے تمام اعمال و مناسک میں ابتدا سے انتہا تک نمایاں نظر آتی ہے، کیونکہ کہ باری تعالیٰ نے اس کو مثابت اور جائے امن بنایا ہے۔ ارشاد ہے:

"اور وہ وقت بھی یاد کرو جب ہم نے خانہ کعبہ کو لوگوں کے لئے ایک مقام رجوع اور مقام امن مقرر کیا۔" (سورۂ بقرہ)

ان دو درس اثرات و نتائج کی روشنی میں یہ کہنا مبنی بر حقیقت ہوگا کہ جب تک حج باقی ہے (اور وہ انشاء اللہ قیامت تک باقی رہے گا) اس وقت تک مسلمانوں کو یہ قومیتیں اور غیر اسلامی دعوتیں نگل لینے میں بھی کامیاب نہیں ہو سکتیں اور وہ ان کا لقمہ تر نہیں بن سکتے اور اپنے اپنے ملکوں میں جن سے ان کو اپنے فطری جذبات اور قومی عصبیت کے لحاظ سے فطری محبت ہوتی ہے کوئی ایسا نیا کعبہ بنانے میں کامیاب نہیں ہو سکتے، جو حج کی جگہ لے لے، اس کی وحدت و اجتماعیت اور جملہ حقائق کی جگہ دوسرے مخالف جذبات قائم کر سکے اور نہ ایسی جگہ جہاں سارے مسلمان اس کے گرد جمع ہو جائیں، یہ قبلہ ہمیشہ ایک ہی رہے گا، مکہ کی جانب مشرق و مغرب اور عرب و عجم کے تمام رہنے والے اپنا رخ کریں گے، یہ بیت اللہ بھی ہمیشہ ایک ہی رہے گا جس کی جانب مشرق و مغرب اور عرب و عجم کے تمام رہنے والے اپنا رخ کریں گے، یہ بیت اللہ بھی ہمیشہ ایک ہی رہے گا، جس کے حج کے لئے ہندی و افغانی، یورپی و امریکی مسلمان سب برابر جاتے

باقی صفحہ 14 پر

تذکرۂ علماء واولیائے بغداد

حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی

حضرت موسیٰ الکاظمؒ کے مزار پر:

کاظمیہ میں ان بزرگوں کے مزارات پر حاضری کے بعد ہم حضرت موسیٰ الکاظم رحمۃ اللہ علیہ کے مزار مبارک پر حاضر ہوئے' جو بغداد کے مغربی حصہ رصافہ میں واقع ہے' اس مزار کی وجہ سے اس پورے علاقے کا نام ''کاظمیہ'' ہے۔

حضرت موسیٰ الکاظمؒ حضرت جعفر صادقؒ کے صاحبزادے ہیں' ورع وتقویٰ اور علم وفضل میں خانوادہ نبوت کے اوصاف اور اپنے زمانے میں مسلمانوں کے مرجع اور امام تھے' علم حدیث میں بھی آپ بلند مقام کے حامل تھے' امام ترمذیؒ اور امام ابن ماجہؒ نے آپ کی احادیث روایت کی ہیں۔ (الخلاصہ للخزرجی ص:۳۹۰)

آپ مدینہ طیبہ میں مقیم تھے' خلیفہ وقت مہدی کو یہ غلط فہمی ہوگئی کہ شاید یہ اس کی حکومت کے خلاف بغاوت کریں گے' اس لئے اس نے آپ کو قید کردیا' لیکن اسی قید کے دوران اسے خواب میں حضرت علیؓ کی زیارت ہوئی' دیکھا کہ حضرت علی مہدی کو خطاب کرکے یہ آیت تلاوت فرمارہے ہیں:

''تو کیا تم سے یہی توقع ہے کہ اگر تم کو حکومت مل جائے تو تم زمین میں فساد مچاؤ اور رشتے داریاں کاٹ ڈالو۔'' (سورۂ محمد)

مہدی کی آنکھ کھلی تو رات ابھی باقی تھی' لیکن صبح تک انتظار کرنے کا حوصلہ نہ ہوا' اپنے وزیر کو اسی وقت بلوایا اور حکم دیا کہ حضرت موسیٰ کاظمؒ کو اسی وقت یہاں لے آؤ' حضرت تشریف لائے تو مہدی نے اعزاز واکرام کے ساتھ ان سے معانقہ کیا' اپنے پاس بٹھایا اور خواب بیان کرکے کہا کہ کیا آپ مجھے اطمینان دلا سکتے ہیں کہ اگر میں آپ کو رہا کروں تو آپ میرے یا میری اولاد کے خلاف بغاوت نہیں کریں گے؟ حضرت کاظمؒ نے جواب دیا: خدا کی قسم! نہ میں نے کبھی ایسا کیا ہے اور نہ میری فطرت ہے۔ یہ سن کر مہدی نے آپ کو تین ہزار دینار ہدیہ پیش کئے اور رہا کردیا' مہدی کے وزیر ربیع کا کہنا ہے کہ میں نے راتوں رات ہی اس حکم کی تعمیل کی اور چونکہ خطرہ تھا کہ کہیں کوئی اور رکاوٹ پیش نہ آجائے' اس لئے پو پھٹنے سے پہلے ہی ان کو مدینہ طیبہ کے راستے پر روانہ کردیا۔ (صفۃ الصفوۃ لابن الجوزیؒ ص:۱۰۴' ج۲)

لیکن بعد میں جب ہارون رشید خلیفہ بنا تو اس کو بھی شاید اسی قسم کی غلط فہمی پیدا ہوگئی' چنانچہ جب وہ حج کے لئے حجاز گیا تو وہاں سے حضرت موسیٰ الکاظمؒ کو ساتھ لے کر آیا' اور بغداد میں آپ کو دوبارہ قید کردیا اور اسی قید کی حالت میں آپ کی وفات ہوئی۔ اس دوسری قید کے دوران آپ نے ہارون رشید کو جو ایک مختصر خط لکھا ہے' وہ اپنی بلاغت اور تاثیر کا شاہکار ہے اور اس کو جتنی بار پڑھا جائے' اس میں حکمت وموعظت کی ایک کائنات سمٹی ہوئی نظر آتی ہے' فرمایا:

''انه لن ينقضي عني يوم من البلاء الا انقضى عنك معه يوم من الرخاء حتى نفضي جميعا الى يوم ليس له انقضاء يخسر فيه المبطلون.''

(صفۃ الصفوۃ ص۱۰۵' ج۲)

اس دریا بکوزہ فقرے کی اصل تاثیر تو عربی زبان ہی میں ہے' لیکن اردو میں اس کا مفہوم یہ ہے:

''میری اس آزمائش کا جو بھی دن کٹتا ہے' وہ تمہاری عیش وعشرت کا ایک دن اپنے ساتھ کاٹ کر لے جاتا ہے' یہاں تک کہ ہم دونوں ایک ایسے دن تک پہنچ جائیں گے جو کبھی کٹ نہیں سکے گا' اس دن خسارہ ان لوگوں کا ہوگا جو باطل پر ہیں۔

حضرت موسیٰ کاظمؒ صاحب کشف وکرامات بزرگ تھے' کثرت عبادت کی بنا پر ان کا لقب ''العبد الصالح'' مشہور تھا' جود وسخا میں یکتا تھے' جب کسی شخص کے بارے میں معلوم ہوتا کہ وہ آپ کی غیبت کرتا ہے تو اس کے پاس کوئی مالی ہدیہ بھیج دیتے'

ہارون رشید کی قید ہی میں ۵/ رجب ۱۸۳ھ کو وفات ہوئی۔ (الطبقات الکبریٰ للشعرانی ص۳۳ ج۱)

اللہ تعالیٰ نے وفات کے بعد بھی ان کے مزار کو یہ مقام بخشا کہ بزرگوں کے تجربے کے مطابق وہاں جو دعا کی جائے' اللہ تعالیٰ اسے قبول فرماتے ہیں۔ ابوعلی خلال کہتے ہیں کہ مجھے جب بھی کوئی پریشانی پیش آئی' تو میں حضرت موسیٰ بن جعفرؒ کے مزار پر گیا' اور ان کے توسل سے دعا کی' اللہ تعالیٰ نے ہمیشہ میرے مقصد کو آسان فرمادیا۔ (تاریخ بغداد للخطیب ص۱۲۰ ج۱)

یہاں تک تو بات صحیح تھی لیکن حدود کی فہم نہ رکھنے والے نادان معتقدین نے اس مقدس بزرگ کے مزار کو نہ جانے کیا بنادیا ہے؟ وہاں ہر وقت بدعات اور بدعقیدگی کا وہ طوفان برپا رہتا ہے کہ ایک ایسے شخص کو جو سنت کے مطابق قبر کی زیارت کرنا چاہتا ہو' وہاں تھوڑی دیر ٹھہرنا مشکل معلوم ہوتا ہے۔

چونکہ اہل تشیع کے نزدیک حضرت موسیٰ الکاظمؒ بارہ اماموں میں سے ایک ہیں' اس لئے ان کے مزار پر جو عمارت تعمیر کی گئی ہے وہ فن تعمیر کا بھی ایک نمونہ ہے' اس کے میناروں اور دروازوں پر سونے کا پانی چڑھا ہوا ہے جو دور سے چمکتا نظر آتا ہے اور اس کے مزار پر ایک میلے کا سماں رہتا ہے' کوئی عمارت کا حسن دیکھنے آرہا ہے کوئی اسے (معاذ اللہ) کعبہ بنائے ہوئے ہے اور مزار کی جالیاں چوم چوم کر اس کا طواف کررہا ہے' کوئی صاحب مزار کو بذات خود حاجت روا سمجھ کر انہی سے اپنی مرادیں مانگ رہا ہے' مزار کے آس پاس دور تک زائرین کے قیام کے لئے ہر طرح کے ہوٹل بنے ہوئے ہیں' کچھ لوگ مزار کی زیارت کرانے کے لئے باقاعدہ مزدور بنے ہوئے ہیں' کچھ لوگ پھولوں کی تجارت کررہے ہیں کہ آنے والے ان سے پھول خرید کر مزار پر نچھاور کریں' کچھ لوگ نقد روپے اور سکے لالا کر مزار کی جالیوں میں ڈال رہے ہیں اور اسی کو اپنے لئے باعث نجات سمجھے بیٹھے ہیں' جہالت اور بداعتقادی کے اس سیلاب میں یہ سوچنے کی فرصت کسے ہے کہ خود صاحب مزار ان تمام لغویات سے بری ہیں' اگر اپنی وفات کے بعد ان کا اختیار چلتا تو ان کا مزار سنت کے مطابق ایک سادہ کچی قبر کے سوا کچھ نہ ہوتا' نہ قبر پختہ ہوتی نہ اس پر جھلمل کرتا ہوا محل بنتا' نہ کسی کی یہ مجال ہوتی کہ وہاں کسی بدعت یا شرک کا ادنیٰ شائبہ رکھنے والے کسی فعل کا ارتکاب کرسکے۔

بدعات و رسوم کی ایک خاصیت یہ بھی ہے کہ ان کی کوئی خاص شکل عموماً عالمگیر نہیں ہوتی' بلکہ ہر علاقے میں اس کی کوئی ایک صورت نظر آتی ہے' چونکہ ان رسوم و بدعات کی کوئی بنیاد قرآن و سنت میں نہیں ہوتی' اس لئے ہر علاقے کے لوگ اپنی اپنی طبیعت کے مطابق کچھ رسمیں گھڑ لیتے ہیں' جن کی دوسرے علاقے میں بعض اوقات خبر بھی نہیں ہوتی' اور وہاں لوگ کچھ اور طرح کی رسوم کے پابند ہوجاتے ہیں۔ مزارات پر جانے والی بدعات میں بھی یہ بات نظر آتی ہے' بعض رسمیں تو عراق کے مزارات میں وہی نظر آئیں جو ہم پاکستان و ہندوستان میں دیکھتے آئے ہیں اور بعض ایسی نئی نئی رسوم بھی نظر آئیں جو ہمارے ملکوں میں رائج نہیں۔

ایک بے بس مسافر ان بزرگوں کے مزارات کے ساتھ ہونے والی ان زیادتیوں پر کڑھنے اور ان مذہبی رہنماؤں کے حق میں دعائے ہدایت کے سوا اور کیا کرسکتا ہے جنہوں نے بھولے بھالے ان پڑھ عوام کو ان بزرگوں کی حقیقی تعلیمات سے روشناس کرانے کے بجائے ان لغو بدعات و رسوم میں الجھا کر رکھ دیا ہے۔

امام ابو یوسف کے مزار پر:

حضرت موسیٰ الکاظمؒ کے مزار ہی کے احاطے میں جنوبی جانب ایک مسجد "جامع ابی یوسفؒ" کے نام سے بنی ہوئی ہے' اسی مسجد کے ایک حصے میں حضرت امام ابو یوسفؒ کا مزار ہے' حضرت موسیٰ کاظمؒ کے بعد یہاں حاضری ہوئی۔

حضرت امام ابو یوسفؒ امت کے ان عظیم محسنوں میں سے ہیں' جن کے احسانات سے اس امت کی گردن ہمیشہ جھکی رہے گی' خاص طور پر فقہ حنفی کے پیروؤں کے لئے ان کی خدمات ناقابل فراموش ہیں' انہوں نے نہ صرف بحیثیت فقیہ اپنے شیخ حضرت امام ابو حنیفہؒ کے علوم کو امت کی طرف منتقل کیا' بلکہ قاضی القضاۃ کی حیثیت سے اس فقہ کو محض نظریاتی حیثیت سے نکال کر جیتی جاگتی زندگی میں عملاً نافذ فرمایا۔

حضرت امام ابو یوسفؒ کے والد ابراہیم ان کے بچپن ہی میں انتقال کرگئے تھے' ان کی والدہ نے فکر معاش کی وجہ سے انہیں ایک دھوبی کے حوالہ کردیا' لیکن انہیں پڑھنے کا شوق تھا' یہ جاکر امام ابو حنیفہؒ کے درس میں بیٹھنے لگے۔ والدہ کو علم ہوا تو انہوں نے منع کیا' اور اس بنا پر وہ کئی روز امام ابو حنیفہ کے درس میں نہ جاسکے' ذہین اور شوقین طالب علم کی طرف استاذ کی توجہ طبعی بات ہے' جب کئی دن کے بعد وہ درس میں پہنچے تو امام صاحبؒ نے غیر حاضری کی وجہ پوچھی' انہوں نے سارا ماجرا بیان کردیا۔ حضرت امام ابو حنیفہؒ نے درس کے بعد انہیں بلایا' ایک تھیلی حوالے کی جس میں سو درہم تھے اور فرمایا کہ "اس سے کام چلاؤ اور جب ختم ہوجائیں تو

مجھے بتاتا"۔ حضرت امام ابو یوسفؒ خود فرماتے ہیں کہ اس کے بعد کبھی مجھے امام صاحب کو یہ بتانے کی نوبت نہیں آئی کہ تھیلی ختم ہو چکی ہے' ہمیشہ جب پیسے ختم ہو جاتے' امام صاحب خود ہی مزید پیسے عطا فرما دیتے' جیسے انہیں ختم ہونے کا الہام ہو جاتا ہو' ان کی والدہ شاید یہ سمجھتی ہوں گی کہ یہ سلسلہ کب تک چل سکتا ہے؟ کوئی مستقل ذریعہ معاش ہونا چاہئے' اس لئے ایک مرتبہ انہوں نے امام ابو حنیفہؒ سے کہا کہ یہ یتیم بچہ ہے میں چاہتی ہوں کہ کوئی کام سیکھ کر کمانے کے لائق ہو جائے' اس لئے آپ اسے اپنے درس میں شریک ہونے سے روکئے' لیکن حضرت امام ابو حنیفہؒ نے جواب دیا کہ یہ تو پستے کے گھی میں فالودہ کھانا سیکھ رہا ہے' والدہ نے اسے مذاق سمجھا اور چلی گئیں۔

لیکن امام ابو یوسفؒ خود فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اسی علم کی بدولت وہ قدر و منزلت عطا فرمائی کہ میں قضا کے منصب تک پہنچا اور اس دوران بکثرت خلیفہ وقت ہارون رشید کے دسترخوان پر کھانا کھانے کا اتفاق ہوتا تھا' ایک روز میں ہارون رشید کے پاس بیٹھا تھا کہ اس نے ایک پیالہ مجھے پیش کیا اور بتایا کہ یہ بڑی خاص چیز ہے جو ہمارے لئے بھی کبھی کبھی بنتی ہے' میں نے پوچھا: امیر المومنین! یہ کیا ہے' کہنے لگے کہ یہ پستے کے روغن میں بنا فالودہ ہے' یہ سن کر مجھے حیرت کی وجہ سے ہنسی آ گئی۔ ہارون رشید نے ہنسنے کی وجہ پوچھی تو میں نے اسے سارا قصہ سنایا' وہ بھی حیرت زدہ رہ گیا اور کہنے لگا کہ اللہ تعالیٰ امام ابو حنیفہؒ پر رحم فرمائے' وہ اپنی عقل کی آنکھ سے وہ سب کچھ دیکھتے تھے جو چشم سر سے نظر نہیں آ سکتا۔ (تاریخ بغداد للخطیب ص ۲۴۵ ج ۱۴)

اللہ تعالیٰ نے امام ابو یوسفؒ کو حضرت امام ابو حنیفہؒ کی صحبت کی برکت سے علم و فقہ میں وہ مقام بخشا جو بہت کم کسی کو نصیب ہوتا ہے' فقہ کے علاوہ علم حدیث میں بھی ان کا مقام مسلم ہے' یہاں تک کہ جن حضرات نے غلط فہمیوں کی بنا پر حضرت امام ابو حنیفہؒ اور امام محمدؒ پر علم حدیث میں جرح کی ہے' وہ بھی امام ابو یوسف کو حدیث میں ثقہ مانتے ہیں۔ (دیکھئے کتاب الثقات لابن حبانؒ)

امام احمد بن حنبلؒ فرماتے ہیں کہ جب میں نے علم حدیث حاصل کرنا چاہا تو سب سے پہلے قاضی ابو یوسفؒ کے پاس گیا' اس کے بعد دوسرے مشائخ سے علم حاصل کیا۔ (تاریخ بغداد ص ۲۵۵ ج ۱۴)

حضرت امام ابو حنیفہؒ کی وفات کے بعد تقریباً سترہ سال آپ قاضی کے منصب پر فائز رہے اور اسلام میں "قاضی القضاۃ" کا لقب سب سے پہلے آپ ہی کے لئے استعمال ہوا' لیکن حضرت یحییٰ بن معینؒ سے مروی ہے کہ منصب قضا کی زبردست مصروفیات کے باوجود آپ یہ عہدہ سنبھالنے کے بعد دن اور رات میں ملا کر دو سو رکعتیں یومیہ پڑھا کرتے تھے۔ (مرآۃ الجنان للیافعی ص ۳۸۲ ج ۱)

حضرت امام ابو یوسفؒ کو سب سے پہلے خلیفہ موسیٰ بن المہدی نے قاضی بنایا تھا' اتفاق سے اسی کا ایک عام شہری سے ایک باغ کے سلسلے میں کچھ تنازعہ پیش آ گیا اور مقدمہ قاضی ابو یوسفؒ کے پاس آیا' خلیفہ موسیٰ کی طرف سے اس کی ملکیت پر گواہ پیش ہو گئے اور گواہوں کی گواہی کی بنا پر بظاہر فیصلہ خلیفہ ہی کے حق میں ہوتا تھا لیکن امام ابو یوسفؒ کو کچھ شبہ ہو گیا کہ شاید حقیقت اس کے خلاف ہے جو گواہوں کی گواہی سے ظاہر ہو رہی ہے' اس لئے انہوں نے موسیٰ بن المہدی کو عدالت میں طلب کر کے ان سے کہا کہ امیر المومنین آپ کے فریق مخالف کا مطالبہ ہے کہ آپ سے یہ قسم لی جائے کہ آپ کے گواہوں نے سچی گواہی دی ہے۔

عام قاعدے کی رو سے مدعی اگر اپنے دعویٰ پر قابل اعتماد گواہ پیش کر دے تو مدعی کو قسم کھانے پر مجبور نہیں کیا جاتا' اس لئے موسیٰ نے پوچھا: کیا آپ کی رائے میں اس طرح کی مدعی سے قسم لینا درست ہے؟ امام ابو یوسفؒ نے جواب دیا: قاضی ابن ابی لیلیٰؒ کا مسلک یہی تھا کہ وہ مدعی سے قسم لینے کو جائز سمجھتے تھے۔

خلیفہ کو کسی مادی تنازعے میں قسم کھانا گوارا نہ تھا' اس لئے خلیفہ نے کہا: "میں باغ سے مدعا علیہ کے حق میں دستبردار ہوتا ہوں۔"

چنانچہ باغ مدعا علیہ کو دلوا دیا گیا۔ (تاریخ بغداد ص ۲۴۹ ج ۱۴)

سترہ سال قضا کی نازک ذمہ داریاں ادا کرنے کے بعد جب وفات کا وقت آیا تو امام ابو یوسفؒ نے ایک مرتبہ فرمایا: الحمد للہ! میں نے جان بوجھ کر کسی مقدمے میں ناحق فیصلہ نہیں کیا' ہمیشہ کتاب و سنت کی روشنی میں فیصلہ کرنے کی کوشش کی' اور جب مسئلے میں کبھی کوئی مشکل پیش آئی اس میں امام ابو حنیفہؒ کے قول پر اعتماد کیا' کیونکہ میرے علم کے مطابق وہ اللہ تعالیٰ کے احکام کے بہترین شارح تھے۔

حضرت معروف کرخیؒ (جن کے کچھ حالات اسی مضمون میں بیان ہو چکے ہیں) امام ابو یوسفؒ کے ہم عصر تھے' ایک دن انہوں نے اپنے متوسلین میں سے کسی سے کہا کہ امام ابو یوسفؒ آج کل بیمار ہیں' اگر ان کا انتقال ہو جائے تو مجھے ضرور بتانا' مقصد یہ تھا کہ ان کی نماز جنازہ میں شرکت کریں۔

وہ صاحب فرماتے ہیں کہ میں امام ابو یوسفؒ کی حالت معلوم کرنے کے لئے ان کے گھر پہنچا تو وہاں سے جنازہ باہر نکل رہا تھا' میں نے سوچا کہ اب اتنا وقت نہیں ہے کہ حضرت معروف کرخیؒ کو اطلاع کی جائے اور وہ جنازے میں شریک ہوسکیں' اس لئے میں خود ان کی نماز جنازہ میں شامل ہوگیا اور بعد میں حضرت معروف کرخیؒ کو سارا واقعہ بتایا' حضرت معروف کرخیؒ بار بار انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھتے رہے اور جنازہ میں شرکت نہ کرسکنے پر بہت افسوس کا اظہار کرنے لگے۔

جو عالم سترہ سال تک قضا کے سرکاری منصب پر فائز رہا ہو' اس کے بارے میں معاصرین کو اگر بدگمانیاں پیدا نہ ہوں تو کم از کم ان کی بزرگی اور ورع وتقویٰ کا احساس باقی نہیں رہتا کہ حضرت معروف کرخیؒ جیسے صوفی بزرگ ان کے جنازے میں شریک نہ ہونے پر رنجیدہ ہوں' شاید اس لئے ان صاحب نے حضرت معروف کرخیؒ سے پوچھا کہ ان کے جنازے میں شرکت نہ کرنے پر آپ کو اتنا افسوس کیوں ہے؟ حضرت معروف کرخیؒ نے فرمایا: میں نے (غالباً خواب میں) دیکھا ہے کہ جیسے میں جنت میں گیا ہوں' وہاں ایک محل بن کر تیار ہوا ہے' اس کے دروازوں پر پردے لٹکائے گئے ہیں' میں نے پوچھا کہ یہ محل کس کا ہے؟ مجھے جواب ملا کہ یہ قاضی ابو یوسفؒ کا ہے' میں نے پوچھا کہ ان کو یہ مرتبہ کس عمل کی بدولت ملا؟ جواب دیا گیا کہ وہ لوگوں کو بھلائی کی تعلیم بھی دیتے تھے اور خود بھی اس کے حریص تھے اور لوگوں نے انہیں تکلیفیں بہت پہنچائیں۔ (تاریخ بغداد للخطیب ص ۲۶۱ ج ۱۴)

حضرت امام ابوحنیفہؒ کے مزار پر:

حضرت امام ابو یوسفؒ کے مزار سے نکلے تو سورج ڈھلنے کے قریب تھا' اور اب دل میں شدید اشتیاق حضرت امام ابوحنیفہؒ کے مزار پر حاضری کا تھا' جو یہاں سے کافی دور واقع ہے' لیکن ہمارے ڈرائیور نے جو صرف ڈرائیونگ نہیں بلکہ مہمان نوازی کے فرائض بھی بڑے خلوص ومحبت کے ساتھ انجام دے رہا تھا' مغرب کے وقت جامع الامام الاعظمؒ میں پہنچا۔ حضرت امام ابوحنیفہؒ کے مزار مبارک کی وجہ سے یہ پورا علاقہ ''اعظمیہ'' کے نام سے مشہور ہے۔ اب تو یہ شہر کا خاصا بارونق علاقہ ہے' لیکن حضرت امام اعظمؒ کے عہد مبارک میں یہ ایک قبرستان تھا اور چونکہ خلیفہ کی کنیز ''خیزران'' یہاں دفن ہوئی تھی' اس لئے ''مقبرۃ الخیزران'' کے نام سے مشہور تھا۔ خطیب نے تاریخ بغداد میں لکھا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کے مشہور راوی محمد بن اسحٰق بھی اسی قبرستان میں مدفون ہیں' لیکن اب دوسری قبریں تو بے نشان ہوچکی ہیں اور ان کی جگہ آبادی نے لے لی ہے' البتہ حضرت امام اعظمؒ کا مزار ابھی باقی ہے' اور اس کے قریب ایک شاندار مسجد ''جامع الامام ابی حنیفہؒ'' کے نام سے تعمیر کردی گئی ہے۔

ہم مسجد کے دروازے پر پہنچے تو اذان مغرب کی دلکش صدا گونج رہی تھی' مزار پر حاضری سے پہلے مسجد میں مغرب کی نماز ادا کی' پھر شوق وذوق کے جذبات دل میں لئے مزار پر حاضری ہوئی' ایسا محسوس ہوا کہ سرور وسکون اور نورانیت نے مجسم ہوکر اس مبارک مزار کے گرد ایک حالہ بنالیا ہے' سامنے وہ محبوب شخصیت آسودہ تھی' جس کے ساتھ بچپن ہی سے تعلق خاطر کی کیفیت یہ رہی ہے کہ ان کا اسم گرامی آتے ہی دل میں عقیدت ومحبت کی پھواریں پھوٹتی محسوس ہوتی ہیں۔

حضرت امام ابوحنیفہؒ اس دور میں کوفہ میں پیدا ہوئے جب یہ شہر علم وفضل کا مرکز بنا ہوا تھا' اس کے چپہ چپہ پر بڑے بڑے محدثین اور فقہاء کے حلقہ ہائے درس آراستہ تھے' اور علم حدیث کا کوئی بھی طالب کوفہ کے علماء سے بے نیاز نہیں ہوسکتا تھا۔ حضرت امام صاحبؒ کے والد ماجد کا نام ثابت تھا اور ان کا انتقال امام صاحبؒ کے بچپن میں ہی ہوگیا تھا' بلکہ ایک روایت یہ بھی ہے کہ آپ کی والدہ نے بعد میں حضرت جعفرؒ سے نکاح کرلیا تھا اور آپ ان کی آغوش میں پروان چڑھے۔ (حدائق الحنفیہ ص ۴۳ بحوالہ مفتاح السعادہ)

شروع میں حضرت امام صاحبؒ تجارت میں زیادہ مشغول رہے' لیکن ساتھ ساتھ علم وعقائد وکلام سے بھی شغف تھا۔ حضرت عامر بن شراحیل شعبیؒ نے آپ کی ذہانت وفطانت کے آثار دیکھے تو تحصیل علم میں انہماک کی نصیحت کی' یہ نصیحت کارگر ہوئی اور آپ نے تجارت کے مشغلے کے بجائے تحصیل علم کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنالیا (مناقب الامام الاعظم للمکی ص ۵۹ ج ۱) اور اپنے عہد کے بیشتر جلیل القدر مشائخ سے علم حاصل کیا' یہاں تک کہ بعض حضرات نے امام صاحبؒ کے اساتذہ کی تعداد چار ہزار تک بتائی ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے حضرت امام صاحبؒ سے علم ودین کی جو عظیم خدمت لی وہ محتاج بیان نہیں' اور اسی کا ثمرہ ہے کہ آج آدھی سے زائد مسلم دنیا نے قرآن وسنت کی تشریح وتعبیر میں انہی کو اپنا امام اور مقتداء مانا ہوا ہے۔

شروع میں حضرت امام صاحبؒ کوفہ میں ہی مقیم رہے' لیکن کوفہ کے امیر ابن ہبیرہ نے بعض سیاسی وجوہ کی بنا پر آپ کو نہ صرف قید کیا بلکہ اذیتیں

بھی دیں' بالآخر جب آپ قید سے رہا ہوئے تو اس ظلم وستم سے بچنے کے لئے مکہ مکرمہ کا رخ کیا اور کئی سال وہاں مقیم رہے' بعد جب عراق کے حالات سازگار ہوئے تو دوبارہ عراق تشریف لائے' اس وقت عباسی خلافت کا آغاز ہو رہا تھا' شروع میں آپ نے اس امید پر عباسی خلافت کا خیر مقدم کیا کہ وہ دینی اعتبار سے بنوامیہ سے بہتر ثابت ہوں گے لیکن جب یہ امید بر نہ آئی تو عباسی خلفاء سے بھی آپ کا اختلاف شروع ہو گیا۔ خلیفہ منصور اپنے عہد حکومت میں یہ چاہتا تھا کہ امام صاحبؒ کوئی سرکاری منصب قبول فرمالیں تاکہ لوگوں کو ان کی حمایت کا تاثر دیا جاسکے' لیکن حضرت امام صاحبؒ اس لئے کوئی منصب قبول کرنے کے لئے تیار نہ تھے کہ اس میں بعض خلاف شرع امور میں سرکاری احکام کی تعمیل کرنی پڑے گی' بالآخر جب اصرار زیادہ بڑھا تو آپؒ نے بغداد کے معماروں کی نگرانی اور اینٹیں شمار کرنے کی ذمہ داری قبول فرمالی۔ بعد میں منصور کی طرف سے عہدہ قضا قبول کرنے پر اصرار کیا گیا' لیکن حضرت امام صاحبؒ اس پر کسی طرح راضی نہ ہوئے' جس کی پاداش میں منصور نے آپ کو قید بھی کیا اور ایک سو دس کوڑے بھی لگائے' پھر بعض روایت سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ اسی قید کی حالت میں آپ کی وفات ہوئی اور بعض سے معلوم ہوتا ہے کہ رہائی تو ہو چکی تھی لیکن حکومت کی طرف سے فتویٰ دینا اور گھر سے باہر کے لوگوں سے میل جول رکھنا ممنوع قرار دے دیا تھا' اسی حالت میں وقت موعود آپہنچا اور آپ دنیا سے رخصت ہو گئے اور اس طرح بغداد کے اس حصے کو آپ کی آرام گاہ بننے کی سعادت حاصل ہوئی۔

جیسا کہ پہلے عرض کیا جاچکا ہے کہ یہ جگہ جہاں امام اعظمؒ کا مزار ہے' ایک قبرستان تھا جو ''مقبرۃ الخیزران'' کے نام سے مشہور تھا' لیکن حضرت امام اعظمؒ کی تدفین کے بعد یہ ''اعظمیہ'' کے نام سے مشہور ہوا۔ حضرت امام ابوحنیفہؒ کے معتقدین نے یہاں ایک مسجد تعمیر کرلی اور درس و تدریس کا سلسلہ شروع کردیا' یہی مسجد وسیع ہوتے ہوتے ایک شاندار جامع مسجد بن گئی اور اس کی ایک مستقل تاریخ ہے' جس پر مسجد کے موجود امام صاحب نے ایک کتاب لکھی ہے' حضرت امام ابوحنیفہؒ کا مزار ہمیشہ مرجع خاص و عام رہا' بلکہ خطیب بغدادیؒ اپنی پسند سے امام شافعیؒ کا یہ قول روایت کیا ہے:

> ''میں امام ابوحنیفہؒ سے برکت حاصل کرنے کے لئے روزانہ ان کی قبر پر جاتا ہوں' اور جب بھی مجھے ضرورت لاحق ہوتی ہے' میں دو رکعتیں پڑھ کر ان کی قبر پر حاضر ہوتا ہوں اور وہاں اللہ تعالیٰ سے اپنی حاجت کا سوال کرتا ہوں' اللہ تعالیٰ میری حاجت جلد پوری فرمادیتے ہیں۔''
> (تاریخ بغداد ص۱۲۳ ج۱)

اور یہ بات تو بہت مشہور ہے ہی کہ ایک مرتبہ امام شافعیؒ حضرت امام ابوحنیفہؒ کے مزار پر حاضر ہوئے تو وہاں اپنے مسلک کے خلاف نماز فجر میں قنوت نہیں پڑھا' کیونکہ امام ابوحنیفہؒ اس کے قائل نہیں تھے۔ حضرت امام صاحبؒ کے مزار پر بیٹھ کر ایسا سرور و سکون محسوس ہوا' جیسے کوئی بچہ ماں کی آغوش میں پہنچ کر سکون محسوس کرتا ہے' دل چاہتا تھا کہ یہ کیفیت طویل سے طویل تر ہوتی چلی جائے' لیکن کافی دیر ہو چکی تھی' اٹھے بغیر چارہ نہیں تھا' بادل ناخواستہ یہاں سے رخصت ہوئے۔

☆☆......☆☆

بقیہ: حج عشق الٰہی کا مظہر

رہیں گے' اور تقرب الٰہی' عشق حقیقی کی دولت کے ساتھ اخوت و مساوات کا درس لیتے رہیں گے۔

البتہ اس کے لئے توفیق خداوندی' طلب صادق' عزم جواں' جذبہ بیدار شرط ہے' کیونکہ ساقی بھی ظرف قدح خوار دیکھ کر ہی جرعہ نوشی کی اجازت دیتا ہے۔

تقدیر باندازۂ ہمت ہے ازل سے

لہٰذا ہر حاجی کو چاہئے کہ عبرت کی نگاہیں کھلی رکھے' جہاں گناہوں کی مغفرت' عشق حقیقی کی لذت' توحید باری کی حلاوت دلوں میں بسائے ہوئے لوٹا ہے' وہیں چاہئے کہ دل میں رحمت عالمؐ ہادی برحق صلی اللہ علیہ وسلم کی بے پناہ محبت لے کر سنت کی پابندی کا عہد کرتے ہوئے لوٹے' اللہ کی وحدانیت کے ساتھ رسول برحق صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف کی کثرت زبان پر ہو' کیونکہ یہ سب کچھ ان ہی کی رحمت و رافت کے صدقے امت کو ملا ہے اور تا قیامت ملتا رہے گا' اور روز حشر انشاء اللہ شفاعت کی صورت میں حاصل ہوگا۔

اور یہی نہیں بلکہ اسی کے ساتھ ہر ہر قدم پر غور کرے اور ساری سوغات اور پیغامات کے ساتھ اگر وحدت و اجتماعیت' اخوت و مساوات اور ملی اتحاد کا درس حاصل ہو (اور وہ ضرور حاصل ہوگا انشاء اللہ) تو اس کو تا زندگی قائم رکھے اور اپنے خاندان' معاشرہ' سوسائٹی اور ملت و قوم تک منتقل کرنے کی کوشش کرے کیونکہ یہ مناسک حج سے حاصل ہونے والی ایسی متاع گرانمایہ اور انمول میراث ہے کہ دنیا والوں تک منتقل کرنا ہی اس کا حق ہے۔ واللہ الموفق والمعین۔

☆☆

ازدواجی زندگی میں تعلیماتِ نبویؐ

سید الانبیاء والمرسلین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لائے ہوئے پیغام ہدایت کو حق تعالیٰ نے تمام جہانوں کے واسطے باعث رحمت بنایا ہے۔ دنیا کا جو بھی انسان آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت کی پیروی کرے گا اور جس شعبے میں آپ کی رہنمائی کو اپنائے گا' دارین کی کامیابی سے ہمکنار ہوگا۔ اس کے برعکس زندگی کے جس شعبے میں بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت سے انحراف کیا جائے گا ناکامی و نامرادی کا سامنا ہوگا۔

اگر ہم اپنی معاشرت کو رحمت والی معاشرت' اپنی تجارت کو برکت والی تجارت اور اپنی تدبیر و سیاست کو رحمت والی تدبیر و سیاست بنانا چاہتے ہیں تو ہمیں اپنی زندگی کے تمام نشیب و فراز میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے رحمت والے پیغام کو دل و جان سے قبول کرنا ہوگا۔

خلاصہ یہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دیئے ہوئے نقوش حیات کے مطابق زندگی گزار کر ہی رحمت والی زندگی نصیب ہو سکتی ہے:

کی محمدؐ سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں

حیات انسانی کا ایک اہم شعبہ آدمی کی "ازدواجی زندگی" ہے' جس میں ایک مرد اور عورت کو ہمدردی' مروت اور محبت کے ساتھ دکھ سکھ کا ساجھی بن کر شریک حیات بننا پڑتا ہے۔ مرد و عورت کے اس خاص ملاپ کا اسلامی نام "نکاح" ہے۔ زندگی کے اس اہم شعبے میں جس قدر خرابیاں اور بدمزگیاں پیدا ہوتی ہیں' اس کی وجہ اس کے سوا اور کچھ نہیں کہ شادی کرنے والا جوڑا اپنے ازدواجی تعلقات میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عالی تعلیمات سے مستغنی ہو کر اپنی من مانی کرنے لگتا ہے' جس کا نتیجہ دونوں یا ایک کی زندگی کے لئے تباہ کن اور دو گھروں کی بربادی کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے۔

اس تباہی و بربادی سے بچنے کی صرف ایک صورت ہے کہ میاں بیوی اپنی من مانی اور دوسری قوموں کی

مولانا وسیم احمد خلیلی

نقالی کے بجائے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بتلائے ہوئے اصولوں کے مطابق زندگی گزارنے کی کوشش کریں۔

پیش نظر مضمون میں انہی اصول و ضوابط میں سے چند اصول منتخب کر کے درج کئے گئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو عمل کی توفیق سے نوازے۔ آمین یارب العالمین۔

بیوی کے حقوق:

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نکاح کی شرطیں پوری کرنے کا سب سے زیادہ خیال رکھو۔ (متفق علیہ)

یعنی نکاح کی بنا پر جو چیزیں تم نے اپنے اوپر لازم کر لی ہیں ان کی ادائیگی کا بہت زیادہ خیال رکھو۔ مثلاً مہر ادا کرنا' بیوی کے کھانے پینے اور لباس کا خیال رکھنا' اس کے لئے مناسب رہائش کا انتظام کرنا' اس سے اچھا برتاؤ کرنا' خوش اخلاقی سے پیش آنا وغیرہ۔ بعض لوگ زبردستی بیوی سے مہر معاف کراتے ہیں اور وہ بیچاری بھی مجبوراً اوپری طور پر معاف کر دیتی ہے یا ادائیگی سے لاپرواہی کرتے ہیں کہ وہ تو مطالبہ ہی نہیں کرتی۔ حالانکہ یہ جائز نہیں' مہر مرد کے ذمہ عورت کا ایک قرض ہے جو عدم مطالبہ یا زبردستی معاف کرانے سے ساقط نہیں ہوتا' جب تک کہ عورت خوشی سے معاف نہ کرے' بعضے لوگ والدین اور بھائی' بہنوں کی وجہ سے بیوی کے نان نفقہ میں تنگی کرتے ہیں کہ ساری کمائی لا کر والدین کو ہی دے دی اور بیوی بیچاری ضروری خرچے کے لئے بھی پریشان ہے' حالانکہ مسئلہ یہ ہے کہ اگر کسی شخص کی آمدنی اتنی ہے کہ اگر وہ ماں باپ پر خرچ کرے تو بیوی کو نہیں دے سکتا اور اگر بیوی کو دے تو ماں باپ کے لئے نہیں بچتا' تو ایسی صورت میں بیوی پر خرچ کرنا ضروری ہے' اسی طرح بعض گھرانوں میں ساس بہو کے تعلقات کی کشیدگی بھی میاں بیوی کے رشتہ الفت میں دراڑیں پڑنے کا سبب بن جاتی ہے' یہ بھی قابل اصلاح بات ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت

ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "وہ شخص ہم میں سے نہیں (یعنی مسلمانوں سے کی جماعت سے نہیں) جو کسی عورت سے اس کے شوہر کو لڑائے۔" (مشکوٰۃ) یعنی بیوی کے عیوب شوہر سے بیان کرے تاکہ شوہر اس سے بددل ہو جائے۔

حضرت حکیم بن معاویہ رضی اللہ عنہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا یارسول اللہ! ہمارے اوپر ہماری بیوی کے کیا کیا حقوق ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم کھانا کھاؤ تو اس کو بھی کھلاؤ، جب تم کپڑے بناؤ تو اس کو بھی بنا کر دو، اس کے چہرے پر نہ مارو، اس کو سب وشتم نہ کرو (گالی نہ دو) اور اس کو علیحدہ کرنے میں مصلحت ہو تو صرف بستر علیحدہ کرو (یعنی کسی مصلحت کی بنا پر اس سے ناراض ہو تو یہ نہیں کہ اس کو اس کے والدین کے گھر بھیج دو بلکہ رکھو اپنے مکان میں البتہ علیحدہ بستر پر آرام کرو تاکہ اس کو تنبیہ ہو جائے)۔ (ابوداؤد)

اس حدیث میں سب سے پہلا حقوق بیوی کا یہ بیان کیا کہ اس کے کھانے پینے اور لباس کا خیال رکھو، یہ نہیں کہ خود تو یار دوستوں کے ساتھ مرغ مسلم اڑا رہے ہیں اور بیوی دال روٹی پر گزارہ کر رہی ہے۔ میاں صاحب کا لباس تو ایسا قیمتی کہ بادشاہوں کا بھی کیا ہوگا اور بیوی کے کپڑے لتے کا خیال ہی نہیں۔ حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ بیوی کو کچھ رقم ہر ماہ جیب خرچ دے دو جس کا اس سے پھر کچھ حساب نہ لو کہ کہاں خرچ کیا۔

بہترین انسان:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں بہترین شخص وہ ہے جو اپنے بیوی بچوں کے ساتھ سب سے اچھا سلوک کرے اور میں تم سب میں زیادہ بہتر ہوں (سلوک کے اعتبار سے) اپنے گھر والوں کے ساتھ، (یعنی میرا سلوک اپنی بیویوں کے ساتھ تم سب میں بہتر ہے اور تم پر میرا اتباع کرنا ضروری ہے)۔ ترمذی میں انہی سے ایک اور روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مسلمانوں میں سب سے زیادہ کامل ایمان والا وہ ہے جس کے اخلاق سب سے اچھے ہوں اور اپنی بیوی کے ساتھ سب سے زیادہ نرمی کا برتاؤ کرتا ہو۔

معلوم ہوا کہ بیوی کے ساتھ نرمی اور مہربانی کا معاملہ کرنا چاہئے اور خوش اخلاقی سے پیش آنا چاہئے کیونکہ وہ نہایت ہی قابل رحم ہے۔ ایک تو اس بنا پر کہ وہ بیچاری ضعیف ہوتی ہے، دوسرے عاجز و بے بس ہوتی ہے جبکہ مرد بااختیار اور زور آور ہوتا ہے۔

عورت کا فطری ٹیڑھا پن:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عورتوں کے ساتھ بھلائی کرنے کی میری وصیت قبول کرو اس لئے کہ عورتیں (ٹیڑھی) پسلی سے پیدا کی گئی ہیں اور سب سے زیادہ ٹیڑھی پسلی اوپر کی ہے۔ پس اگر تم اس پسلی کو سیدھا کرنا چاہو گے تو ٹوٹ جائے گی، اور اگر اس کے حال پر چھوڑ دو گے تو ہمیشہ ٹیڑھی ہی رہے گی، سو عورتوں کے حقوق میں میری وصیت قبول کرو۔ (متفق علیہ)

حضرات علماء فرماتے ہیں کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کی تشبیہ دیتے ہوئے فرمایا کہ عورت کی مثال پسلی کی سی ہے جس طرح پسلی دیکھنے میں ٹیڑھی ہوتی ہے، اسی طرح عورتوں کے اندر پیدائشی طور پر اعمال واخلاق اور عادات میں کجی ہے۔ اگر مرد چاہیں کہ اس کو بالکل درست کر دیں تو نتیجتاً اس کو توڑ ڈالیں گے یعنی طلاق تک نوبت پہنچے گی (جیسے ٹیڑھی پسلی کو سیدھا کرنا چاہیں تو وہ ٹوٹ جائے گی) لہٰذا ان سے فائدہ اٹھانے کی یہی صورت ہے کہ شریعت کے دائرے میں ان سے اپنے معاملات اچھے رکھو اور ان کے ٹیڑھے پن کو نظر انداز کرو، ان سے یہ توقع نہ رکھو کہ وہ سب کام تمہاری مرضی کے موافق کریں۔

عورت کی زیادتی پر صبر:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ کوئی مسلمان مرد اپنی عورت سے بالکلیہ بغض نہ رکھے، کیونکہ اگر اس کی کوئی بات ناگوار ہوگی تو دوسری کوئی بات پسند بھی ہوگی۔ (مسلم)

کیونکہ عورت کے تمام اخلاق وعادات برے نہیں ہوتے، اگر کچھ افعال برے ہوتے ہیں تو کچھ اچھے بھی ضرور ہوتے ہیں۔ پس ہم کو اس کی خوبیوں پر نظر کرنی چاہئے اور بری عادتوں پر صبر کرنا چاہئے اور ان کی اذیتوں اور نقصانات کو برداشت کرنا چاہئے۔

قرآن کریم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"اور ان عورتوں کے ساتھ خوبی سے گزر بسر کرو اور اگر وہ تم کو ناپسند ہوں تو (یہ سمجھ کر برداشت کرو کہ) ممکن ہے تم ایک شے کو ناپسند کرو اور اللہ تعالیٰ اس کے اندر کوئی بڑی منفعت رکھ دے (مثلاً وہ تمہاری خدمت گزار اور آرام کا خیال رکھنے والی اور ہمدرد ہو)۔ (سورۂ نساء)"

عورت کے جذبات کا لحاظ رکھنا:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں گڑیوں سے کھیلا کرتی تھی اور میری سہیلیاں بھی میرے ساتھ کھیلتی تھیں، جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لاتے تو

میری سہیلیاں (شرم کے باعث) چھپ جاتیں۔ تب حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کو میرے پاس بھیج دیتے' ہم پھر کھیلنا شروع کر دیتیں۔ (متفق علیہ)

انہی سے ایک روایت ہے کہ ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کے حجرے کے دروازے پر کھڑے ہوئے اور اوٹ سے ان کو حبشیوں کے نیزہ بازی کے کرتب دکھائے۔

ان روایات سے معلوم ہوا کہ عورتوں کی دلداری کرنی چاہئے اور ان کے جذبات وخیالات کا لحاظ رکھنا چاہئے۔

شوہر کی اطاعت کا اجر وثواب:

حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس عورت نے پانچوں وقت کی نماز پڑھی اور رمضان المبارک کے روزے رکھے اور اپنے آپ کو پاک دامن رکھا اور اپنے شوہر کی اطاعت کی' ایسی عورت کو اختیار ہے جنت میں جس دروازے سے چاہے داخل ہو جائے۔ (مشکوٰۃ)

سبحان اللہ! کتنا بڑا مرتبہ ہے شوہر کی اطاعت کرنے والی نیک بیوی کا کہ جنت کے آٹھ دروازوں میں سے کسی بھی دروازے سے داخل ہونے کا اس کو اختیار دے دیا جائے گا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے عورت! دیکھ لے تیری جنت اور دوزخ تیرا خاوند ہے (طبقات ابن سعد) یعنی اپنے خاوند کو راضی اور خوش رکھے گی تو جنت کی مستحق ہوگی بصورت دیگر جہنم میں جائے گی۔

خاوند کی اطاعت کی تاکید:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم مہاجرین وانصار کی جماعت میں تشریف فرما تھے' اتنے میں ایک اونٹ آیا اور آپ کو سجدہ کیا۔ اس پر آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: یا رسول اللہ! جب آپ کو جانور اور درخت بھی سجدہ کرتے ہیں تو ہم زیادہ حق رکھتے ہیں کہ آپ کو سجدہ کریں (یہ سن کر) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنے رب کی عبادت کرو اور میری تعظیم کرو' اگر میں کسی کی بابت سجدہ کرنے کا حکم دیتا تو میں عورت کو حکم کرتا کہ وہ اپنے خاوند کو سجدہ کرے اور (خاوند کا اتنا بڑا حق ہے کہ) اگر وہ یہ کہے کہ زرد پہاڑ سے پتھر اٹھا کر کالے پہاڑ پر لے جا اور کالے سے سفید پہاڑ پر لے آ' تو عورت کے ذمہ ضروری ہے کہ اس کے حکم کی تعمیل کرے۔ (مسند احمد)

اس حدیث سے ایک تو یہ معلوم ہوا کہ شوہر کا مرتبہ بہت بڑا ہے کہ اگر انسانوں کو سجدہ کرنا جائز ہوتا تو بیوی کو حکم ہوتا کہ شوہر کو سجدہ کرے' اور سجدہ انسان اسی کو کرتا ہے جو بہت بڑے مرتبے والا اور عظمت والا ہو' جیسا کہ فرشتوں سے حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کرایا گیا' لہٰذا عورت کو چاہئے کہ اپنے شوہر کے ساتھ انتہائی ادب کا معاملہ کرے' کسی وقت کوئی ایسی بات نہ کرے' جو اس کے مزاج کے خلاف ہو' نہ اس سے زبان چلائے اور نہ اس پر غصہ کرے۔ حدیث میں ہے کہ جو عورت اپنے شوہر سے ناراض رہتی ہے اس پر اللہ کی لعنت ہے (دیلمی) اور ایک حدیث میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب کوئی عورت دنیا میں اپنے شوہر کو تکلیف دیتی ہے تو اس (شوہر) کی بیوی جو حور عین ہے وہ کہتی ہے کہ اللہ تجھے ہلاک کرے' اس کو تکلیف نہ دے' کیونکہ یہ تیرے پاس چند دن کا مہمان ہے' عنقریب تجھے چھوڑ کر ہمارے پاس آ جائے گا۔ (ترمذی' ابن ماجہ)

نیز شوہر کی حیثیت سے زیادہ خرچ نہ مانگے' کسی ایسی چیز کی فرمائش نہ کرے جس کا مہیا کرنا اس کے بس میں نہ ہو' کسی بات پر ضد نہ کرے' اور شوہر کے سامنے اس کو زبان پر نہ لائے تا کہ مرد کو رنج نہ ہو' شوہر کوئی چیز لائے تو خواہ پسند آئے یا نہ آئے ہمیشہ اس پر خوشی ظاہر کرے' یہ نہ کہے کہ یہ چیز اچھی نہیں' اس سے شوہر کا دل خفا ہو جائے گا اور پھر کبھی کوئی چیز لانے کو اس کا دل نہ چاہے گا' شوہر کو کسی بات پر غصہ آ گیا تو ایسی بات نہ کہے جس سے اس کا غصہ اور زیادہ ہو جائے اور اگر وہ کسی بات پر ناراض ہو جائے تو خوشامد کر کے اس کو منالے' خواہ قصور اسی کا ہو اور معذرت کر کے اپنا قصور معاف کرانے کو اپنے لئے فخر وعزت سمجھے وغیرہ ذالک۔

دوسری بات حدیث بالا سے یہ معلوم ہوئی کہ شوہر جب عورت کو کوئی حکم دے (بشرطیکہ خلاف شریعت نہ ہو) تو عورت کو فوراً اس کی تعمیل کرنی چاہئے۔ خواہ وہ کام بے فائدہ ہی کیوں نہ ہو۔ دیکھئے حدیث مبارک میں فرمایا کہ اگر ایک پہاڑ سے دوسرے اور دوسرے سے تیسرے پر پتھر پہنچانے کا حکم دے تو اس کی بھی تعمیل کرے حالانکہ یہ فعل بالکل بے فائدہ ہے' لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے شوہر کی اطاعت کی کس درجہ تاکید فرمائی' لہٰذا بیوی کو شوہر کی تعمیل حکم کے لئے ہر وقت مستعد رہنا چاہئے۔

خلاصہ کلام یہ کہ اگر میاں بیوی دونوں ایک دوسرے کے حقوق کا خیال رکھیں اور دونوں ہی آپس میں نرمی ومہربانی کا برتاؤ کریں اور ایک دوسرے سے خوش اخلاقی سے پیش آئیں اور آپس کے حقوق کے بارے میں اللہ سے ڈرتے رہیں تو ان کی زندگی دنیا میں ہی جنت کا نمونہ بن سکتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو عمل کی توفیق مرحمت فرمائیں۔ آمین۔

☆☆......☆☆

"بنیاد پرستی" کی اصطلاح

مفتی محمد عاشق الٰہی میرٹھیؒ

آج کل ''بنیاد پرستی'' اور ''بنیاد پرست'' دونوں لفظ زبانوں پر بہت آ رہے ہیں۔ درحقیقت یہ دشمنان اسلام کی ایک سازش ہے افسوس ہے کہ بہت سے نام نہاد مسلمان بھی بنیاد پرستی کے خلاف بول رہے ہیں' اول تو ہم اس لفظ سے متفق نہیں کیونکہ ہم اللہ جل شانہ کے سوا کسی کے پرستار نہیں لیکن چونکہ یہ لفظ دشمنوں نے پھیلا دیا اور زبان زد ہو کر عام ہو گیا' اس لئے انہی کی اصطلاح کے مطابق ہمارے مضمون میں یہ لفظ بار بار آئے گا۔

بنیاد پرست ان لوگوں کو کہا جاتا ہے جو اپنے دین میں مضبوط اور دینی عقائد و اعمال میں پختہ ہیں جن لوگوں نے یہ لفظ ایجاد کیا ہے ان کا مقصد صرف اسلام اور مسلمانوں کی دشمنی ہے لیکن لفظ ایسا وضع کیا ہے کہ بظاہر تمام مذاہب والوں کو شامل ہے یہ ان لوگوں کی فریب کاری ہے۔

اول تو یہ دیکھنا ہے کہ دنیا میں جو مذاہب ہیں ان میں عقائد و اعمال کیا ہیں غور کیا جائے تو اسلام کے علاوہ دیگر مذاہب میں چند توہمات و تخیلات اور چند اعمال کے سوا کوئی چیز نہیں ہے دنیا کے مذاہب میں صرف اسلام ہی ایک ایسا دین ہے جس کے عقائد کھرے کھرے ہیں اس کے اعمال بھی انسانیت کو شرف بخشنے والے ہیں اور اخلاق بھی انسانی اقدار کو بلند کرنے والے ہیں۔

اسلام اللہ کی توحید سکھاتا ہے اور شرک سے اور خالق کائنات کی ہر طرح کی نافرمانی سے' بے حیائیوں سے' بداخلاقیوں سے' بندوں کے حقوق مارنے سے اور ہر قسم کی انسانیت سوز حرکات سے منع کرتا ہے۔

تمام انبیائے کرام علیہم السلام پر اور اللہ تعالیٰ کی تمام کتابوں پر ایمان لانے کی دعوت دیتا ہے اور اسلام کا یہ دعویٰ ہے جس میں کوئی پوشیدگی نہیں کہ سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے آخری رسول ہیں اور قرآن کریم اللہ کی آخری کتاب ہے یہ اعلان ڈنکے کی چوٹ ہے بانگ دہل ہے پوری دنیا یہ جانتی ہے کہ اسلام ہی ایک جامع' کامل اور مکمل دین ہے جس میں صرف عبادات ہی نہیں ہیں سیاست' معیشت' معاشرت' خلافت' حکومت' اقتصادیات' حدود و قصاص اور انسانی زندگی کے ہر شعبے کے تمام احکام موجود ہیں۔

اسلام میں فرائض ہیں' واجبات ہیں' سنن ہیں' مستحبات ہیں' حلال اور حرام کی تفصیلات ہیں کھانے پینے' پہننے اور رہنے سہنے حتیٰ کہ قضائے حاجت اور پیشاب کرنے کے احکام بھی موجود ہیں' نہ ہر چیز کھانے کی اجازت ہے نہ ہر کپڑا پہننے کی اجازت ہے نہ ہر جگہ نگاہ ڈالنے کی اجازت ہے نہ ہر عورت سے نکاح کرنے کی اجازت ہے۔

ان سب باتوں سے معلوم ہو گیا کہ اسلام کے سوا کسی دوسرے مذہب کے لوگ بنیاد پرست نہیں ہو سکتے ان کے پاس ہے ہی کیا جس پر پختہ ہوں؟ ان کا دین تو پارلیمنٹ اور اسمبلی کے تابع ہے جو وہاں سے پاس ہوتا ہے' اسے اپنا لیتے ہیں اب دشمنان اسلام یہ چاہتے ہیں کہ مسلمانوں میں جو (پختہ مسلمان) ہیں وہ ختم ہو جائیں اور جو لوگ نام کے مسلمان ہیں اسلام کے عقائد اور اعمال سے واقف نہیں جن کی شکل و صورت خلاف سنت ہو نمازوں کا اہتمام نہ کرتے ہوں بلکہ نماز کو بالکل چھوڑ رکھا ہو' چست پتلون ان کا لباس ہو ہندوؤں میں ہندو بن جائیں اور نصاریٰ میں نصاریٰ بن جائیں تو ان کے جیسے کام اور ان کے جیسی باتیں کرنے لگیں ان لوگوں سے سب قومیں خوش ہیں انہیں نہ اپنے دین کا پتہ ہے جو اس کے دعویدار ہیں اور نہ انہیں دین پر چلنے کا ارادہ ہے دشمنوں کے نزدیک یہ وہ لوگ ہیں جو بنیاد پرست نہیں ہیں۔

نصاریٰ اپنا دین تو کھو چکے ہیں تین خداؤں کے عقیدہ نے انہیں توحید سے محروم کر دیا' کفارہ کے عقیدہ نے انہیں ہر گناہ پر آمادہ کر دیا' انسانیت' شرم و حیا' عفت و عصمت کا خون کر دیا' نفس و نظر کے بندے ہو گئے زناکاری کو انہوں نے عام کر لیا مردوں سے مردوں کے نکاح ہونے لگے غیر فطری عمل ان کا ذوق بن گیا ان کی حکومتوں نے اسے جائز قرار دے دیا ننگوں کے کلب ہیں' ننگے ناچ ہیں جو کوئی نام نہاد مسلمان اپنے مذہب کی پابندیوں کو پس پشت ڈال دے اور ان کے

طریقوں کو اپنائے وہ ان کو پسند ہے اس لئے وہ بنیاد پرست نہیں اور جو مسلمان اپنے دین میں مضبوط ہیں تقویٰ اختیار کرتے ہیں' اسلام کے مطابق اپنی صورت رکھتے ہیں' شرعی لباس پہنتے ہیں حرام چیزیں فروخت کرنے سے بچتے ہیں سود نہیں لیتے اور مسلمانوں کو سود لینے اور سود دینے سے منع کرتے ہیں جوئے کے کاروبار سے روکتے ہیں' نماز کے اوقات میں اذانیں دیتے ہیں' جماعت سے نمازیں پڑھتے ہیں' فواحش اور منکرات سے روکتے ہیں' عورتوں کو پردہ کی تاکید کرتے ہیں' دینی مدارس جاری کرتے ہیں' قرآن وحدیث پڑھاتے ہیں' شرعی احکام و مسائل سکھاتے ہیں' حرام چیزوں کے کھانے سے روکتے ہیں' جس گائے' بکری' مرغی وغیرہ پر ذبح کرتے وقت اللہ کا نام نہ لیا گیا ہو یا غیر اللہ کا نام لیا گیا ہو اس کے کھانے سے روکتے ہیں' ایسے لوگ دشمنوں کو کھٹکتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ یہ لوگ دنیا سے ختم ہو جائیں ان کا نام بنیاد پرست رکھا ہے اگر یہ لوگ نہ رہیں گے تو ایمان و اسلام اور شرعی احکام کچھ بھی نہ رہیں گے اور جاہل لوگ با آسانی دشمنوں کے پھندے میں پھنس جائیں گے' دشمن بہت دور کی کوڑی اٹھا کر لائے ہیں اور جمہوریت والے ممالک میں اصحاب اقتدار وزراء اور حکام کو یہ سمجھایا ہے کہ سارا جھگڑا بنیاد پرستی کی وجہ سے ہے' اصحاب اقتدار پوری طرح اسلام کو پڑھتے ہیں نہ دشمنوں کی چالوں کو بھانپتے ہیں' جو دشمن نے کہا اسی کو مان لیتے ہیں اور اسی کے مطابق باتیں کرنے لگتے ہیں' اس میں جہاں ان کی جہالت ہوتی ہے وہاں یہ خوف بھی سوار ہوتا ہے کہ اگر ہم نے دشمن کی ہاں میں ہاں نہ ملائی تو ہمارا اقتدار ختم ہو جائے گا اور ایڈ ملنی بند ہو جائے گی' بعض اہل اقتدار کہہ چکے ہیں کہ ہم بنیاد پرستوں کی بنیادیں ختم کر دیں گے انہیں یہ پتہ نہیں کہ اس سے پہلے خود ہی ختم ہو جائیں گے' بنیاد پرستی کی اصطلاح تو اب نکلی ہے اور یہ نعرہ اسی دور میں لگایا گیا ہے بغیر اس اصطلاح اور بغیر اس نعرہ کے وہ اصحاب اقتدار جو دین سے بے بہرہ تھے علماء' صلحاء اور مدارس کے خلاف مہم چلا چکے ہیں لیکن علماء اور ان کے مدارس اور حق پر جمنے والے' اسلامی اعمال اپنانے والے اب تک موجود ہیں اور موجود رہیں گے جن لوگوں نے ان کے خلاف مہم چلائی ان میں بعض مقتول ہوئے بعض معزول ہوئے بعض الیکشنوں میں ہارے بعض ملک سے دفع ہوئے۔

خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی بات سچ ہے کہ دین پر چلنے والے دین کو پھیلانے والے اس کے اعمال اور اخلاق کو اپنانے والے ملحدوں اور زندیقوں اور فتنہ گروں سے مقابلہ کرنے والے اہل شرکی سرکوبی کرنے والے ہمیشہ رہیں گے اور ایک دوسرے کے بعد آتے رہیں گے لیجئے سید الاولین والآخرین صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد گرامی کے الفاظ سن لیجئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

> "میری امت میں سے ایک جماعت برابر اللہ کے دین پر قائم رہے گی جو شخص ان کو بے یار و مددگار چھوڑ دے گا اور جو شخص ان کی مخالفت کرے گا انہیں ضرر نہ پہنچا سکے گا موت آنے تک برابر وہ اسی پر قائم رہیں گے۔"

خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک ارشاد اور سنئے ارشاد فرمایا:

> "بلاشبہ اس امت کے آخر میں ایسے لوگ ہوں گے جنہیں وہی ثواب ملے گا جو امت کے پہلے لوگوں کو ملا' یہ لوگ بھلائیوں کا حکم کریں گے اور برائیوں سے روکیں گے اور جو لوگ فتنے والے ہوں گے ان سے قتال کریں گے۔"

الحمد للہ ایسے حضرات موجود ہیں جو اس حدیث کا مصداق ہیں۔ اسلام کے بہت سے دعویدار جنہیں فتنے محبوب ہیں وہ ان اہل حق کو دہشت گرد کہتے ہیں جن لوگوں کی سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے تعریف فرمائی اگر اہل دنیا ان کی برائی کریں تو انہیں اس کی کچھ پرواہ نہیں' دشمن خوف زدہ ہیں فرانس میں اسلام پھیل رہا ہے' یورپ میں چرچ بک رہے ہیں' ان کی جگہ مسجدیں بن رہی ہیں' اذانوں کی گونج ہے' نماز کی پکار ہے' نئی نسل کے نوجوان دین نصرانیت سے بیزار ہو رہے ہیں' پادری زنا کاری کے کیسوں میں پکڑے جا رہے ہیں' ادھر مسلمانوں میں بیداری آ رہی ہے' جہاد کے چرچے ہیں اور پختہ مسلمان ہی جہاد کی بات اٹھاتے ہیں اور اس کے فضائل بیان کرتے ہیں' ان تمام وجوہ سے دشمنان اسلام لرزہ براندام ہیں اور پختہ مسلمانوں کا نام بنیاد پرست رکھ کر مسلمان ملکوں کے سربراہوں کو آلۂ کار بنا کر ان کو مٹانا چاہتے ہیں اور یہ نہیں جانتے کہ یہ لوگ مٹنے والے نہیں ہیں۔

یہود و نصاریٰ نے کب اسلام کی مخالفت اور دشمنی میں کمی کی ہے جو آج کمی کر دیں گے جو لوگ ان کی شہ پر کام کرتے ہیں' ان پر افسوس ہے کہ سلام کے دعویدار بھی ہیں اور اسلام دشمن تحریکوں کے آلۂ کار بھی بنے ہوئے ہیں' ہر شخص سمجھ لے کہ دنیا آنی جانی ہے فانی ہے' نہ زندگی کا بھروسہ ہے نہ تخت و تاج کا نہ اقتدار کی کرسی کا نہ صدارت کا نہ وزارت کا سب کو مرنا ہے اور قیامت کو جی اٹھنا ہے اور اپنے اپنے اعمال کی جزا پانا ہے' اگر اسلام پر مرنا ہے اور آخرت میں ذلت اور عذاب سے بچنا ہے تو دشمنان اسلام سے ہمنوائی کیوں ہو رہی ہے؟ (تبلیغی و اصلاحی مضامین جلد ۲)

☆☆..........☆☆

قسط اول

مرزا قادیانی کے دعوے

عقل و خرد کی کسوٹی پر

سید شجاعت علی گیلانی

۱:...... مرزا قادیانی نے بتدریج کئی دعوے کئے اور ہر دعوے سے قبل نئی حکمت عملی کے ساتھ اپنے بعد کے دعوے کے لئے فضا سازگار بنانے کے لئے اپنے عقیدے کو نئے روپ میں ڈھالا۔ جیسے مجدد بنا تو تجدید دین کی ضرورت و اہمیت کے پیش نظر نیا عقیدہ لوگوں پر ظاہر کیا۔ آخری دعویٰ نبوت کا تھا اور وہ بتدریج پہلے بروزی' ظلی' غیر تشریعی' تشریعی' پھر رسول' پھر رسول اللہ سے اور جملہ انبیاء اور رسل سے افضل۔

مرزا کے نبوت کے جملہ دعوے قرآن و حدیث کے منافی ہیں۔ مسلمان کے لئے رسالت پر ایمان کے ساتھ ساتھ ختم نبوت پر ایمان ضروری ہے اور جب کوئی کذاب و دجال خود کو نبی ظاہر کرے تو صحیح العقیدہ مسلمان پر لازم ہے کہ وہ نہ صرف اس شخص کو نہ مانے بلکہ صراحتاً اس کی تکذیب کرکے اپنے ایمان کو پختہ کرے۔

ائمہ اربعہ کا متفقہ فیصلہ ہے کہ ایسا دعویٰ کرنے والا مطلقاً کافر ہے اور اس کے کفر میں شک کی گنجائش نہیں' چونکہ نبوت ختم ہے دعویٰ نبوت کی گنجائش نہیں۔ اس لئے امام ابوحنیفہؒ کا قول ہے کہ جو مدعی نبوت سے اس کی نبوت کی دلیل طلب کرے وہ شخص بھی ایمان سے ہاتھ دھو بیٹھتا ہے۔ لہٰذا اس بات کی قطعاً گنجائش نہیں کہ کسی مرزائی کو مرزا کی نبوت کے دعویٰ والے موقف کی صفائی کی اجازت دی جائے۔ علاوہ ازیں جب اس معاملے میں پوری چھان بین' بحث و تکرار اور مرزا ناصر کی ناکامی پر قانون ساز ادارے میں ایک مستقل قانون سازی ہو چکی ہے تو پھر اس کے بعد موقف اور صفائی اس قانونی عمل کو چیلنج کرنے کے مترادف ہے۔ یہاں یہ بات بھی واضح رہے کہ اس قانون سازی کے بعد فیڈرل شریعت کورٹ میں پٹیشن ۸۴/۱/۱۷ اور ۸۴/ایل/۲ فیصلہ ۸۴-۱۰-۲۸ کے تحت قانونی چارہ جوئی کے جواب میں عدالت عالیہ کا مفصل فیصلہ حرف آخر ہے اور دوبارہ موقف کی وضاحت توہین عدالت کے مترادف ہے۔

۲:...... ایک مستقل آئین سازی اور پھر قانون مروجہ کی مختلف دفعات کے ذریعہ قادیانیوں کو تبلیغ اور شعائر اسلام کے استعمال سے روکا گیا ہے اور یہ امر مرزائیوں کے اسمبلی میں اور عدالت میں اختیار کردہ موقف کی روشنی میں اب بنیادی حقوق کے زمرے میں نہیں آتا۔ وضاحت متعلقہ ریکارڈ میں موجود ہے۔

۳:...... یہ بات اور واضح ہو چکی ہے کہ مسلسل سو سال تک علمائے کرام اپنی تقریروں' تحریروں (اخبارات' رسائل اور کتب) کے ذریعہ اسلام کے موقف اور مرزائیت کے کفر کو واضح کرتے آئے ہیں اور معمولی پڑھا لکھا آدمی بھی اس کو جانتا ہے' پھر اتمام حجت کے طور پر پاکستان کے سب سے بڑے قانون سازی کے ادارے میں مرزا ناصر اپنی جماعت کے سرکردہ لوگوں کے ہمراہ پاکستان کے اس وقت کے اٹارنی جنرل کے مرزا کی تحریروں کے حوالے سے اٹھائے گئے نقاط کے جواب نہ دے سکے اور زبان حال سے مرزا کے کفر کو مان لینے کے بعد متفقہ طور پر ایک تاریخی فیصلے کے ذریعے مرزائیت کی بحث اور دلائل کو ہمیشہ کے لئے دفن کر دیا' نامعلوم اب خلیفہ محمود (قادیانی) کو دوبارہ کیوں مرزا قادیانی کی گل کھلوانے کا شوق پیدا ہو گیا' کیونکہ آپ کے باطل نبی (مرزا قادیانی) نے اپنی زندگی میں وہ کرتوت کئے ہیں اور وہ خرافات لکھیں ہیں' جنہیں دیکھ کر ایک شریف النفس مرزائی بھی کانوں کو ہاتھ لگانے پر مجبور ہو جاتا ہے۔

میری ان تمام مرزائی (قادیانی' لاہوری) حضرات سے گزارش ہے کہ خدارا علماء کے دیئے ہوئے حوالے مرزا کی تحریروں میں جواب شیطان کی آنت کی مانند روحانی خزائن میں بند ہیں' کھول کر دیکھیں' واللہ حق ثابت ہو جائے گا۔

وفاقی شرعی عدالت میں پٹیشن نمبر ۸۴/۱/۱۷ اور ۸۴/ایل/۲ میں بڑے زور کے ساتھ مرزائیوں نے جو دلائل اپنے کفر کو دھونے کے لئے دیئے تھے' وکلائے اسلام نے اسی طمطراق کے ساتھ نہ صرف ان کے دلائل کو مات کیا بلکہ وہ واضح اور روشن دلائل پیش

کئے ہیں جو سلیم الفطرت انسان کی حق کی طرف رہنمائی کے لئے بے مثال ہیں۔ قومی اسمبلی کی کارروائی بھی احقاق حق کے اکثیر ہے۔ مگر اس کے باوجود بعض مرزائیوں کی ڈھٹائی پر تعجب ہوتا ہے کہ خود مرزا کی تحریروں کی نفی کرتے ہوئے اپنے ایسے خود ساختہ اور پرفریب دلائل پیش کرتے ہیں کہ اللہ کی پناہ۔ گویا وہ ایک بار پھر تصفیہ شدہ دلائل پر بحث کی دعوت عام دیتے ہیں جو لایعنی بھی ہے اور بے محل بھی ہے۔ بالفاظ دیگر وہ اس بات پر مجبور کرتے ہیں کہ مرزا کی زندگی کے پرفریب حالات' مسخروں والے کردار اور مالیخولیا کے مریض کی ابحاث کو عوام کے سامنے ایک بار پھر دہرایا جائے۔ مرزا کی بعض ایسی تحریریں بھی روحانی خزائن کا حصہ ہیں جن کو کوئی شریف آدمی نہ پڑھ سکتا ہے نہ لکھ سکتا ہے۔ لہٰذا میری دست بستہ گزارش ہے کہ عوام کی آنکھوں میں دھول جھونکتے ہوئے مکاری کے ساتھ جھوٹ کو سچ لکھ کر مسلمانوں کو فریب نہ دیں' یہ سب معاملات طے ہو چکے ہیں اور اب قصہ تمام ہے' اب ضرورت نہیں کہ جہاد کے منکر مرزا کو جہادی ثابت کیا جائے یا انگریز کے ایجنٹ پروردہ اور وظیفہ خوار مرزا کو دوبارہ پاک صاف ثابت کیا جائے' یہ سب طے ہو چکا ہے اور ریکارڈ پر موجود ہے۔

۴:...... جہاں تک مرزائیوں کی مرزا کے بارے میں یہ صفائی بیان ہوتی ہے کہ وہ مدعی نبوت تھا' خاتم الانبیاء کا عقیدہ رکھتا تھا' صدیقیت سے اعلیٰ مقام تھا۔ حضور کا محب تھا' اس کا مذہب کلمہ طیبہ والا تھا' جہاد کا منکر نہیں تھا اور وہ انگریز کا ایجنٹ اور پروردہ نہیں تھا' ان سب پر بہت بحث ہو بھی چکی ہے اور ہو بھی سکتی ہے' تاہم پہلے مرزا قادیانی کا تعارف اس کی اپنی کتابوں سے ارشاد ہے:

کرم خاکی ہوں میرے پیارے نہ آدم زاد ہوں
ہوں بشر کی جائے نفرت اور انسانوں کی عار ہوں
(براہین احمدیہ حصہ پنجم ص:۹۷)

☆...... "خدا تعالیٰ نے آج سے ۳۶ برس پہلے میرا نام محمد اور احمد رکھا ہے۔" (تتمہ حقیقت الوحی ص:۶۷' ایک غلطی کا ازالہ ص:۴)

☆...... "اگر میں کوئی علیحدہ شخص نبوت کا دعویٰ کرنے والا ہوتا تو خدا تعالیٰ میرا نام محمد اور احمد اور مصطفیٰ' مجتبیٰ نہ رکھتا' ہر باب میں وجود محمد میں مجھے داخل کر دیا۔" (نزول مسیح حاشیہ ص:۵)

☆...... "چنانچہ آدم' ابراہیم' نوح' موسیٰ' داؤد' سلیمان' یوسف' یحییٰ' عیسیٰ وغیرہ تمام نام براہین احمدیہ میں میرے رکھے گئے اور اس صورت میں گویا تمام انبیاء گزشتہ اس امت میں دوبارہ پیدا ہو گئے۔" (نزول مسیح حاشیہ ص:۴)

☆...... "من گفتم کہ حجر اسود منم" (میں نے کہا کہ حجر اسود میں ہوں)۔" (حقیقت الوحی ص:۴۱' حاشیہ اربعین:۴' ص:۱۶)

☆...... "خدا نے اپنے الہامات میں میرا نام بیت اللہ رکھا۔" (حاشیہ اربعین ص:۱۶)

☆...... "براہین احمدیہ میں اول خدا نے میرا نام مریم رکھا۔" (حقیقت الوحی' حاشیہ ص:۳۳۷ تا ۳۳۹' کشتی نوح ص:۶۶' تریاق القلوب ص:۱۵۵)

مرزا قادیانی کا نام غلام احمد ولد مرزا غلام مرتضیٰ تھا۔

مرزا سکھوں کے آخری ایام میں گورداسپور کے قصبہ قادیان میں پیدا ہوا۔ تاریخ پیدائش کتاب البریہ ص:۱۳۴ میں ہے:

اب میری ذاتی سوانح یہ ہے کہ میری پیدائش ۱۸۳۹ء یا ۱۸۴۰ء میں سکھوں کے آخری دور میں ہوئی۔ تریاق القلوب میں مرزا قادیانی ۱۸۴۰ء میں پیدا ہوا۔ ایک تیسری روایت جو اس سپاسنامہ میں ہے جو ۱۹۲۲ء میں مرزا بشیر الدین محمود نے حکومت برطانیہ کے حضور پیش کیا۔ اس میں مرزا محمود نے تاریخ پیدائش ۱۸۳۶ء تحریر کی ہے۔ شیخ محمد اکرم صاحب (مصنف کوثریات) نے مرزا کا جنم دن ۱۸۳۷ء لکھا ہے۔

لطیفہ:

مرزا کے پوتے مرزا ناصر نے قومی اسمبلی کے اجلاس میں اپنی تاریخ پیدائش ۱۹/نومبر ۱۹۰۹ء بتائی اور پھر کہا میٹرک کے ریکارڈ میں کچھ فرق ہے۔

خاندان:

میں اپنے خاندان کی نسبت کئی دفعہ لکھ چکا ہوں کہ وہ ایک شاہی خاندان ہے اور بنی فارس اور بنی فاطمہ کے خون سے ایک معجون مرکب ہے۔ (تریاق القلوب ص:۱۵۹) حقیقت یہ ہے کہ مرزا مغل تھا۔

انگریز مورخ سر لیپل گریفن اپنی کتاب تاریخ رئیساں پنجاب میں اس خاندان کے متعلق لکھتے ہیں کہ یہ خاندان سکھوں کے دور اقتدار میں سکھوں سے مل کر مسلمانوں کے خلاف پنجاب کے مختلف علاقوں میں جوہر شمشیر زنی دکھاتا رہا' جب انگریز پنجاب میں آئے تو یہ خاندان انگریز کے ساتھ مل کر مسلمانوں کے خلاف نبرد آزما رہا جو کہ انگریز کی راہ میں رکاوٹ تھے۔

مرزا قادیانی اپنی کتاب البریہ اور اشتہار مورخہ ۲۰/ستمبر ۱۸۹۷ء میں فرماتے ہیں' میرے والد مرزا غلام مرتضیٰ گورنمنٹ کی نظر میں وفادار اور خیر خواہ آدمی تھے' جن کو دربار گورنری میں کرسی ملتی تھی جن کا ذکر گریفن صاحب کی کتاب میں ہے۔ ۱۸۵۷ء میں اپنی طاقت سے بڑھ کر انگریز کی مدد کی تھی یعنی پچاس

گھوڑے اور سوار بہم پہنچا کر عین زمانہ غدر کے وقت سرکار کی امداد کی۔ مجھے بہت افسوس ہے کہ بہت سی چٹھیاں خوشنودی حکام کی ملیں تھیں گم ہوگئیں‘ مگر تین چٹھیاں جو مدت سے چھپ چکی ہیں ان کی نقلیں حاشیہ میں درج کی گئی ہیں‘ پھر میرے والد کی وفات کے بعد میرا بڑا بھائی مرزا غلام قادر خدمات سرکار میں مصروف رہا۔

مرزا قادیانی کا ارشاد:

☆......’’میری عمر کا اکثر حصہ اس سلطنت انگریزی کی تائید وحمایت میں گزرا ہے اور میں نے ممانعت جہاد اور انگریزی اطاعت کے بارہ میں اس قدر کتابیں لکھیں ہیں اور اشتہارات طبع کئے ہیں کہ اگر وہ رسائل اور کتابیں اکٹھی کی جائیں تو پچاس الماریاں ان سے بھر سکتی ہیں۔‘‘(تریاق القلوب ص:۲۵)

اپنے بارے میں مزید لکھتا ہے:

☆......’’انگریز کا خودکاشتہ پودا ہوں۔‘‘ (تبلیغ رسالت ج:ہفتم ص:۹)

مزید لکھتا ہے:

☆......’’میں اپنے کام کو نہ مکہ میں اچھی طرح چلا سکتا ہوں‘ نہ مدینہ میں‘ نہ روم میں‘ نہ ایران میں‘ نہ کابل میں مگر اس گورنمنٹ میں جس کے اقبال کے لئے دعا کرتا ہوں۔‘‘

(ملفوظات احمدیہ ج:اول ص:۱۴۶)

☆......’’اپنی جماعت کے لوگوں کو جو مختلف مقامات ہندوستان‘ پنجاب میں موجود ہیں نہایت تاکید سے نصیحت کرتا ہوں کہ وہ میری اس تعلیم کو خوب یاد رکھیں جو تقریباً ۲۶ برس سے تقریری اور تحریری طور پر ان کے ذہن نشین کرتا آیا ہوں۔ یعنی یہ کہ اس گورنمنٹ انگریزی کی پوری اطاعت کریں کیونکہ وہ ہماری محسن گورنمنٹ ہے۔ ان کی ظل حمایت میں ہمارا فرقہ احمدیہ چند سال میں لاکھوں تک پہنچ گیا ہے اور اس گورنمنٹ کا احسان ہے کہ اس کے زیر سایہ ہم ظالموں کے پنجہ سے محفوظ ہیں۔ خدا تعالیٰ کی حکمت اور مصلحت ہے کہ اس نے اس گورنمنٹ کو اس بات کے لئے چن لیا تاکہ فرقہ احمدیہ اس کے زیر سایہ ہوکر ظالموں کے خونخوار حملوں سے اپنے تئیں بچاوے۔‘‘

(رسالہ الحکم ج۱۱ ص۲ مورخہ ۱۰/مئی ۱۹۰۷ء)

☆......’’ہم نے اس گورنمنٹ کے وہ احسانات دیکھے جن کا شکر کرنا کوئی سہل بات نہیں ہے۔ اس لئے ہم اپنی معزز گورنمنٹ کو یقین دلاتے ہیں کہ ہم اس گورنمنٹ کے اس طرح مخلص اور خیرخواہ ہیں جس طرح ہمارے بزرگ تھے۔‘‘

(رسالہ بدر جلد ۷ ص:۴‘ شمارہ:۱۱ مورخہ ۱۹/مارچ ۱۹۰۸ء)

☆......’’خدائے رحمن اپنے نبی ہمیشہ مبعوث کیا کرتا ہے اور ایسا ہی اس نے اس زمانہ میں ایک رسول بھیجا ہے‘ اس نبی کا نام احمد ہے‘ خدا کی طرف سے اس کو مسیح موعود کا خطاب بھی ملا ہے۔ اس نے جنگوں کو بند کر دیا ہے۔‘‘ (البدر نمبر ۴۴ جلد:۳۰‘ ص:۶ مورخہ ۲۴/نومبر ۱۹۰۸ء)

☆......’’یہ قوم شاہ وقت کے متعلق اپنے فرض کو خدا کے فضل سے خوب شناخت کرتی ہے کیونکہ ہمارے امام علیہ الصلوٰۃ والسلام (علیہ ما علیہ) نے جو تاج برطانیہ کا دلی خیرخواہ ہے۔ اپنی شرائط بیعت میں دوسری شرط یہ رکھی ہے کہ ظلم و خیانت‘ فسادات اور بغاوت کے طریقوں سے بچتا رہے گا۔‘‘(رسالہ الحکم)

☆......’’یہی احمدی جماعت ہے جس کے اندر خدا کا رسول موجود ہے۔‘‘

(رسالہ الحکم ۱۰/جون ۱۹۰۷ء)

مرزا قادیانی کے مختلف دعوے اور ان کی تصدیق:

مرزا قادیانی نے سو کے قریب دعوے کئے جن میں چند مندرجہ ذیل ہیں:

☆......’’میں مبلغ اسلام اور مصلح ہوں۔‘‘ (مقدمہ براہین احمدیہ)

☆......’’میں مجدد ہوں۔‘‘ (حقیقت الوحی‘ ازالہ اوہام)

☆......’’میں محدث ہوں۔‘‘(ازالہ اوہام)

☆......’’میں آئینہ خدانمائی ہوں۔‘‘(نزول مسیح)

☆......’’میں مثل براس ہوں۔‘‘ (تریاق القلوب)

☆......’’میں (سید) بنی فاطمہ ہوں۔‘‘ (تریاق القلوب)

☆......’’میں یسوع کا ایلچی ہوں۔‘‘ (تحفہ قیصریہ)

☆......’’میں مسیح موعود ہوں‘ میں مہدی ہوں۔‘‘(تریاق القلوب)

☆ ....." میں مریم بھی ہوں، عیسیٰ بھی ہے۔" (حقیقت الوحی، کشتی نوح)

☆ ....."میں مسیح ابن مریم ہوں۔" (حقیقت الوحی)

☆ ....." میں محمد ہوں۔" (ایک غلطی کا ازالہ)

☆ ....."اسمہ احمد کا مصداق ہوں۔" (ضمیمہ تحفہ گولڑویہ)

☆ ....." میں خاتم الانبیاء ہوں۔" (ایک غلطی کا ازالہ)

☆ ....." میں صاحب شریعت نبی ہوں۔" (اربعین)

☆ ....."میں تمام انبیاء سے افضل ہوں۔" (تتمہ حقیقت الوحی)

☆ ....."میں مکائیل فرشتہ ہوں۔" (ضمیمہ تحفہ گولڑویہ، اربعین)

☆ ....."میں خدا کا بیٹا ہوں۔" (اربعین)

☆ ....." میں کرشن ہوں۔" (تتمہ حقیقت الوحی)

☆ ....." میں کرم خاکی ہوں۔" (براہین احمدیہ حصہ پنجم)

یہ چند نمونے ہیں ورنہ مرزا قادیانی تو اور بہت کچھ بنتا اور بگڑتا رہا ہے، مگر خود ان سب کی تصدیق یوں فرمائی:

"میں خداتعالیٰ کی قسم کھا کر جو جھوٹوں پر لعنت کرتا ہے یہ گواہی دیتا ہوں کہ جو کچھ میں نے دعویٰ کیا ہے یا کچھ اپنے دعویٰ کی تائید میں لکھا ہے یا جو میں نے الہام اپنی کتابوں میں درج کئے ہیں وہ سب سچ ہے، حق ہے، درست ہے۔"

(خاکسار مرزا غلام احمد رسالہ البدر نمبر ۳۳ ج ۳ یکم ستمبر ۱۹۰۴ء)

مرزا قادیانی کا اخلاق و کردار:

مرزا قادیانی مرنجا مرنج طبیعت کا مالک تھا، جس کا تذکرہ گو کہ بڑی پرلطف بھی حکایتوں پر مشتمل ہے مگر ہے بڑا تفصیل طلب۔ اس لئے اختصار کے طور پر صرف چند تعارفی نمونے۔

مرزا قادیانی اپنے سارے دعوؤں کے باوجود انتہائی فحش گو، بدزبان، جھوٹ کی حد تک مبالغہ آرا، اخلاقی اعتبار سے انتہائی گرا ہوا، شراب و افیون کا رسیا تھا، شرم و حیا ان کے یہاں روا نہیں تھی، یہ اثر ان کی اولاد میں بھی بڑا واضح نظر آتا ہے، بھول جانے کی عادت تھی بلکہ ہسٹریا کے پکے مریض تھے، لہو و لعب میں جانا ان کے یہاں کوئی عیب نہیں تھا، زندگی میں ناکام عشق کیا اور محمدی بیگم کی حسرت لے کر قادیان کی خاک کا حصہ بن گئے، آپ کے کلام میں بکثرت شعائر اسلام کی گستاخیاں دیکھنے کو ملتی ہیں ان تمام اخلاق رذیلہ کی صرف چند جھلکیاں اور پھر تفصیلاً اخبار کے مضمون میں اٹھائے گئے دلائل پر بحث کریں گے لیکن پہلے فضائل پڑھئے اور سر پیٹئے:

☆ ....."میری بیماری کی نسبت آنحضرتؐ نے پیشگوئی کی تھی، جو اس طرح وقوع میں آئی۔ آپ نے فرمایا تھا کہ مسیح جب آسمان سے اترے گا تو دو زرد چادریں اس نے پہنی ہوں گی، سو اس طرح مجھ کو دو بیماریاں ہیں، ایک اوپر کے دھڑ کی یعنی مراق اور دوسری کثرت بول۔" (تشحیذ الاذہان جون ۱۹۰۶ء)

☆ ....."حضور نے فرمایا: ایک رنگ میں سب نبیوں کو مراق ہوتا ہے مجھ کو بھی ہے۔" (سیرت المہدی ج:۳)

مرزا قادیانی نے بہت ساری زلزلوں اور تباہی کی خبریں اشتہارات کے ذریعے نشر کیں، مگر کوئی خبر ان کے مرنے تک اور پھر آج تک بھی ثابت نہیں ہوئی۔

سیرت المہدی ج ۳ ص: ۲۱۳ میں لکھا ہے:

"حضرت (یعنی مرزا قادیانی) کے یہاں رات کو عورتیں پہرہ دیتیں اور یہ ارشاد تھا کہ جب میری زبان پر کوئی لفظ جاری ہو تو سنو تو جگا دو۔" (بلا تبصرہ)

مرزا قادیانی کے مرید صادق قادیانی اپنی کتاب ذکر حبیب میں رقم طراز ہیں:

"حضرت (یعنی مرزا قادیانی) کی ایک دیوانی خادمہ تھی اور اندرون خانہ خدمت بجالاتی تھی، ایک دفعہ حضرت کمرے میں بیٹھے لکھنے پڑھنے میں مصروف تھے کہ دیوانی ایک کونے میں کپڑے اتار کر نہانے بیٹھ گئی۔" (بلا تبصرہ)

الفضل ۲۰/ مارچ ۱۹۲۸ء میں حضرت کے مرید غلام محمد قادیانی کا مضمون ہے:

"میری بیوی پندرہ برس کی عمر میں حضرت کے پاس آئی، حضور کو مرحومہ کی خدمت خصوصاً پاؤں دبانا بہت پسند تھا۔"

ان حرکتوں پر ایک شخص محمد حسین قادیانی نے اعتراض کیا کہ مرزا قادیانی غیر عورتوں سے پاؤں کیوں دبواتے ہیں؟ تو حضرت کے مرید خاص حکیم فضل دین قادیانی نے جواب دیا:

"وہ نبی معصوم ہیں، ان سے مس کرنا اور اختلاط منع نہیں بلکہ موجب رحمت و برکت ہے۔" (اخبار الحکم ج ۱۱/۱۳ اپریل

۱۹۰۷ء)

سیرت المہدی ج:۳صفحہ۱۰۳میں ہے:

"حضرت صاحب کو سخت کھانسی ہوئی ایسی کہ دم نہ آتا تھا' البتہ منہ میں پان رکھ کر قدرے آرام معلوم ہوتا تھا' اس وقت آپ نے اس حالت میں پان منہ میں رکھے رکھے نماز پڑھی۔"

حضرت صاحب کی ان تمام خرافات کی وجہ ایک ہی تھی' جس کا ذکر بیاض حکیم نورالدین قادیانی صفحہ۲۱۲میں یوں ہے:

"مرض مراق کی علامات میں اہم ترین علامت یہ بیان کی گئی کہ مالیخولیا کا کوئی مریض خیال کرتا ہے کہ میں بادشاہ ہوں' کوئی خیال کرتا ہے کہ میں خدا ہوں اور کوئی خیال کرتا ہے کہ میں پیغمبر ہوں۔"

حضرت مسیح موعود نے تریاق الٰہی دوا خدا تعالیٰ کی ہدایت کے ماتحت بنائی اور اس کا بڑا جز افیون تھا' یہ دوا کسی قدر اور افیون کی زیادتی کے بعد حکیم نورالدین کو مرزا قادیانی چھ ماہ سے زائد تک دیتے رہے اور خود بھی وقتاً فوقتاً استعمال کرتے رہے۔ (اخبار الفضل ج ۷ نمبر۱۹۶ جولائی ۱۹۲۹ء)

مرزا قادیانی نے حکیم محمد حسن کو ایک خط لکھا کہ اس وقت میاں یار محمد کو بھیجا جاتا ہے' آپ اشیائے خوردنی خود خریدیں اور ایک بوتل ٹانک وائن کی پلومر کی دکان سے خریدیں' مگر ٹانک وائن چاہئے اس کا لحاظ رہے۔ (خطوط امام بنام غلام ص:۵)

☆...... "جو ہماری فتح کا قائل نہیں ہوگا تو صاف سمجھا جائے گا کہ اس کو ولد الحرام بننے کا شوق ہے اور حلال زادہ نہیں۔" (انوار الاسلام صفحہ ۳۰ مندرجہ روحانی خزائن ص ۵۳ ج ۱۳)

☆...... "میری ان کتابوں کو ہر مسلمان محبت کی نظر سے دیکھتا ہے اور اس کے معارف سے فائدہ اٹھاتا ہے اور میری دعوت کی تصدیق کرتا ہے اور اسے قبول کرتا ہے مگر بدکار عورتوں کی اولاد نے میری تصدیق نہیں کی۔" (آئینہ کمالات اسلام ص:۵۴۷)

توہین انبیاء کے صرف چند نمونے:

☆...... "آپ (حضرت عیسیٰ علیہ السلام) کا خاندان بھی نہایت پاک اور مطہر ہے۔ تین دادیاں اور نانیاں آپ کی زنا کار اور کسبی عورتیں تھیں جن کے خون سے آپ کا وجود ظہور پذیر ہوا۔" (ضمیمہ انجام آتھم حاشیہ ص:۷)

☆...... "میرے نزدیک مسیح شراب سے پرہیز رکھنے والا نہیں تھا۔" (ریویو ج ۱ ص:۱۲۴/۱۹۰۲ء)

☆...... "یہ بھی یاد رہے کہ آپ (عیسیٰ علیہ السلام) کو کسی قدر جھوٹ بولنے کی عادت تھی۔" (ضمیمہ انجام آتھم ص:۵)

☆...... "یورپ کے لوگوں کو جس قدر شراب نے نقصان پہنچایا ہے اس کا سبب تو یہ تھا کہ عیسیٰ علیہ السلام شراب پیا کرتے تھے۔ شاید کسی بیماری کی وجہ سے یا پرانی عادت کی وجہ سے۔" (کشتی نوح حاشیہ ص:۷۵)

ایک مرتبہ مجھے ایک دوست نے یہ صلاح دی کہ ذیابیطس کے لئے افیون مفید ہے۔ پس علاج کی غرض سے مضائقہ نہیں کہ افیون شروع کردی جائے۔ میں نے جواب دیا کہ یہ آپ نے بڑی مہربانی کی کہ ہمدردی فرمائی لیکن اگر میں ذیابیطس کے لئے افیون کھانے کی عادت کرلوں تو میں ڈرتا ہوں کہ لوگ ٹھٹھا کرکے یہ نہ کہیں کہ پہلا مسیح تو شرابی تھا دوسرا افیونی۔" (نسیم دعوت ص ۶۹' روحانی خزائن ص ۴۳۶ ج ۱۹)

یہ چند نمونے خرافات مرزا قادیان کے جس کی صفائی بیان کرنے کے لئے قلم اور کاغذ ضائع کیا جاتا ہے اور اخبارات کے ذریعے دھوکہ دہی کا عمل دہرایا جارہا ہے۔ مرزا کی ساری بیاض اگر کھول دی جائے تو الامان والحفیظ' اب آیئے ان دلائل کی طرف جو مرزا حنیف محمود قادیانی نے شدومد سے مرزا اور مرزائیوں کے کفر کے دفاع کے لئے پیش کئے۔

ان کے تمام نظام میں بنیادی چیز ختم نبوت ہے' بقول ان کے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم النبیین ہونے کے باوجود نبوت جاری ہے مگر امتی نبی ہوں گے جبکہ تمام مسلمانان عالم اسلاف واخلاف کا متفقہ عقیدہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم آخری نبی ہیں۔ آپ کے بعد کسی اعتبار سے کوئی نبی نہیں آسکتا۔ یعنی خاتم النبیین کا مطلب سلسلہ نبوت و رسالت کو بند کرنے والے۔ افسوس کہ مرزے کو امتی بھی ایسے ملے جو اس کی اپنی کتابوں اور اس کے بیٹے کے فرامین کو پڑھنے کی زحمت گوارا نہیں کرتے ورنہ کب کے سب راہ راست پر آچکے ہوتے۔ ملاحظہ ہو حاشیہ کتاب البریہ ص ۱۸۴۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بار بار فرمادیا تھا کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا اور حدیث لا نبی بعدی ایسی مشہور تھی کہ اس کی صحت میں کلام نہ تھا۔

میرے پر یہی کھولا گیا ہے کہ حقیقی نبوت کے دروازے خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بکلی بند ہیں' اب نہ کوئی جدید نبی حقیقی معنی کی رو سے آسکتا ہے اور نہ کوئی قدیم نبی مگر ہمارے مخالف ختم نبوت کے دروازوں کو پوری طرح بند نہیں سمجھتے۔ (سراج منیر ص:۳)

(جاری ہے)

پاسپورٹ میں مذہب کے خانہ کی اہمیت

قرآن و سنت کی روشنی میں

مفتی محمد راشد مدنی

اسلام ایک دین فطرت اور آخری آسمانی ہدایت ہے‘ جس کی اپنی ایک مستقل شناخت اور ضروری تقاضے ہیں‘ مذہب اسلام حق و باطل‘ ہدایت وضلالت‘ خیر وشر‘ حلال وحرام‘ ایمان وکفر‘ اطاعت ومعصیت اوراللہ تعالیٰ سے محبت وعداوت کے ملاپ اوراختلاط کی اجازت نہیں۔

مذہب اسلام کے اپنے امتیازات ہیں‘ جن کے ختم ہونے یا مٹا دینے سے اسلامی حدود منہدم ہوجاتی ہیں‘ مذہب اسلام کے امتیازات کو مٹانا اسلام سے ناواقفیت‘ جہالت بلکہ مذہب اسلام سے بغاوت ہے۔ پوری دنیا کو متحد ومتفق رہنے کے حکم دینے کے باوجود قرآن مجید نے اپنا تعارف فرقان سے کروایا ہے جس کا مطلب ہے کہ وہ حق وباطل کے درمیان فرق کرنے والا ہے اور یہ کہ کفرواسلام کے لحاظ سے انسانوں کو الگ الگ دائروں میں رکھنے کا قائل ہے۔

قرآن مجید نے ”افنجعل المسلمین کالمجرمین“ (کیا ہم ماننے والوں اور نہ ماننے والوں کو یکساں قرار دیں گے) فرما کر ہمیشہ ہمیشہ کے لئے مومن وکافر کی راہیں جدا کردی ہیں نہ صرف یہ بلکہ اس فطری تقسیم کو نہ ماننے والوں کو ”مالکم کیف تحکمون“ (تمہاری عقلوں کو کیا ہوگیا کہ ایمان وکفر کو ایک بنانے لگے ہو) فرما کر اس حماقت اور بے عقلی پر تنبیہ فرمائی ہے۔

اور قرآن مجید نے ”فریق فی الجنۃ وفریق فی السعیر“ (ایک جماعت جنت میں ہوگی اور ایک جماعت جہنم میں) فرما کر جہاں واضح کردیا کہ نیک وبد آخرت میں جدا اور ممتاز ہوں گے۔ یہی دنیا میں بھی امتیاز باقی رہنا چاہئے فرمایا:

”ام حسب الذین اجترحو السیات ان نجعلھم کالذین آمنو وعملو الصالحات سواء محیاھم ومماتھم ساء مایحکمون۔“

ترجمہ: ”یہ لوگ جو بُرے کام کرتے ہیں کیا یہ خیال کرتے ہیں کہ ہم ان کو ان لوگوں کے برابر رکھیں گے جنہوں نے ایمان اور عمل صالح اختیار کیا‘ کیا ان سب کا جینا اور مرنا یکساں ہے یہ بُرا حکم لگاتے ہیں۔“

قرآن مجید کی ان تصریحات سے واضح ہے کہ قرآن مجید اتحاد کا داعی ہونے کے باوجود مسلمان اور کافر نیک اور بد میں امتیاز اور تفریق کا حامی ہے اور یہ حقیقت ہے کہ ہر صداقت کے مٹنے کا اول سبب اس کے امتیازی حیثیت کا ختم ہونا اور برائی کے ساتھ التباس ہوتا ہے۔

جو حضرات اور ارباب اقتدار پاسپورٹ میں مسلم اور غیر مسلم کی تفریق نمایاں کرنے والے خانہ پر معترض اور حرف شکایت رکھتے ہیں‘ انہیں قرآن کے ان ارشادات پر غور کرنا چاہئے کہ مسلم اور غیر مسلم میں یہ امتیاز احکم الحاکمین رب العالمین کا ہے یا علماء کی خود ساختہ رائے؟

مذہب اسلام جس طرح خدا کے ماننے والوں کو خدا کے دشمنوں کے ساتھ التباس اور اختلاط سے منع کرتا ہے بالکل اسی طرح مذہب اسلام اسلامی حدود اور مراتب کی حفاظت کے لئے اسلامی مملکت میں رہنے والے غیر مسلموں کو بھی اس کا پابند بناتا ہے کہ وہ بحالت کفر‘ مسلمانوں کی صورت وہیئت اختیار نہ کریں تاکہ ”ہر قوم کی اپنی اپنی خصوصیات نمایاں رہیں اور حضرت عمر فاروقؓ کے حکم نامہ سے بھی واضح ہوتا ہے کہ مسلمان اور کافر میں باعتبار مذہب و معاشرت امتیاز ہونا چاہئے۔ حضرت عمر فاروقؓ کے دور میں اسلامی ملک میں رہنے والے ہر کافر سے یہ عہد لیا جاتا تھا کہ ہم مسلمانوں کی توقیر کریں گے‘ ہم اپنی مجلسوں سے کھڑے ہوجائیں گے اگر وہ بیٹھنے کا ارادہ

کریں گے‘ ہم ان کے لباس کی کسی چیز میں شباہت نہیں کریں گے‘ ٹوپی یا عمامہ‘ جوتے ہوں یا سر کی مانگ‘ ہم ان کا سا کلام نہ کریں گے ہم ان کی سی کنیتیں نہ رکھیں گے‘ ہم زین پر گھوڑے کی سواری نہ کریں گے‘ تلوار نہ لٹکائیں گے کوئی ہتھیار نہ رکھیں گے‘ ہم اپنی مہروں کے نقش عربی میں کندہ نہ کرائیں گے‘ شراب کا بیوپار نہ کریں گے‘ ہم جہاں رہیں گے اپنی وضع پر رہیں گے‘ ہم اپنے گرجوں میں صلیب کو بلند نہ کریں گے‘ مسلمانوں کے راستوں میں اپنی کتابوں اور صلیبوں کو بلند نہ کریں گے‘ اپنے گرجوں میں ناقوس نہایت ہلکی آواز سے بجائیں گے ہم اتوار کی عید کا جشن نہ منائیں گے‘ ہم اپنے مردے مسلمانوں کے قبرستان میں دفن نہ کریں گے۔

حضرت عمر فاروقؓ کے اس حکم سے یہ واضح ہو رہا ہے کہ جس طرح مسلمان‘ کفار سے ظاہرو باطن کوئی مشابہت نہیں رکھ سکتے‘ اسی طرح اسلامی حکومت کفار کو بھی مجبور کرے گی کہ وہ کفر پر رہتے ہوئے ایسے وضع اختیار نہ کریں جس سے کافر و مسلم کا امتیاز مٹ جائے۔

پاسپورٹ میں مذہب کا خانہ کا بحال کرنا تو مسلم اور غیر مسلم میں امتیاز کا ابتدائی قدم ہے‘ اسلام تو پوری زندگی کے تمام مراحل میں اس امتیاز کو پوری قوت کے ساتھ رکھنے کا حکم دیتا ہے۔

غیر مسلم باشندوں کے واسطے یہاں یہ بات بھی واضح ہو جائے کہ اسلام میں تفریق اور امتیاز کا منشاء ان کے ساتھ ظلم اور بے انصافی نہیں بلکہ غیر مسلموں کو جائز حقوق بحیثیت رعایا جو ملنے چاہئے ان کی ادائیگی پر سب سے زیادہ زور اسلام ہی دیتا ہے۔ اسلامی ملک و معاشرہ میں غیر مسلموں کے جانی اور مالی حقوق مسلمانوں کے برابر ہیں‘ عدل و انصاف بلا استثناء سب کے لئے ہیں اور عظمت و عزت صرف اللہ اور رسولؐ کے لئے ہے: "**وللہ العزۃ ولرسولہ وللمؤمنین ولکن المنافقین لا یعلمون.**"

آج سے تقریباً پچاس سال قبل بھی جب پاسپورٹ میں مذہب کا خانہ پاسپورٹ میں جنرل ضیاء الحق مرحوم کے دور میں شامل کیا گیا۔

اس وقت بھی بعض اسلامی تعلیمات سے ناواقف نام نہاد دانشوروں نے بے جا اعتراضات کئے تھے‘ اب جبکہ اس آئینی شق کو نئے بننے والے پاسپورٹ سے ختم کر دیا گیا ہے اور اس جائز اور آئینی شق یعنی پاسپورٹ میں مذہب کے خانہ کو بحال کرنے کے لئے صدائے حق بلند کی جارہی ہے تو پھر بعض شریعت محمدیہ سے ناواقف اور بعض قادیانی نواز بے جا اعتراضات اظہار ہے ہیں کہ مذہب کے خانہ سے استحقاق مجروح ہوتا ہے۔ اقلیتوں کے ساتھ زیادتی ہوتی ہے اور یہ کہ اگر پاسپورٹ میں مذہب کا خانہ شامل کیا گیا تو یہ پاسپورٹ انٹرنیشنل لیول کا نہ بن سکے گا وغیرہ وغیرہ۔

پہلی بنیادی بات تو واضح کی جاچکی ہے‘ مذہب اسلام‘ کفر و اسلام میں تفریق کا قائل ہے اور پاسپورٹ میں مذہب کے خانہ سے یہ تفریق واضح ہوتی تھی جو عین منشاء اسلام کے مطابق ہے۔

اگر یہ کہا جائے کہ غیر مسلموں کے نام مسلمانوں سے مختلف ہوتے ہیں لہٰذا اس خانہ کی ضرورت نہیں تو عرض خدمت ہے کہ پاکستان کے آئین کے تحت قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا گیا ہے‘ ان کے نام مسلمانوں سے انتہا درجہ تک ملتے جلتے ہیں تو ایسے کافروں سے صرف ناموں کے ساتھ کیونکر امتیاز ہو سکے گا جب تک پاسپورٹ میں مذہب کا خانہ نہ ہو؟

یہ اعتراض کہ مذہب کے خانہ سے استحقاق مجروح ہوتا ہے‘ عجیب بات ہے کہ کسی شخص کی پاسپورٹ میں تاریخ پیدائش‘ جائے پیدائش‘ شناختی علامت لکھنے سے استحقاق مجروح نہیں ہوتا۔ اپنا مذہب ظاہر کرنے پر استحقاق کیونکر مجروح ہوگا۔ ہاں البتہ جو لوگ اپنی زندیقیت اور کفر کو چھپا کر آئین پاکستان کی توہین کرتے ہوئے‘ اپنے آپ کو مسلمان ظاہر رکھنا چاہتے ہوں‘ اس مذہب کے خانہ سے یقیناً ان کا دجالانہ استحقاق ضرور مجروح ہوتا ہوگا‘ اور یہ کہنا کہ اقلیتوں کے ساتھ زیادتی ہوگی؟ تو عرض ہے کہ مذہب کو چھپانا منافقت ہے‘ ہمیں اپنے مذہب کو ظاہر کرتے ہوئے ہچکچاہٹ محسوس نہیں کرنی چاہئے۔ مسلمان اور غیر مسلم خواہ غیر مسلم ممالک میں ہوں وہاں بھی اپنے مذہب کو نہیں چھپایا جاتا تو یہاں اعتراض کیوں؟

پاسپورٹ میں مذہب کے خانہ کی درحقیقت بنیادی ترین وجہ یہی ہے کہ سعودیہ عرب اور بعض دیگر ممالک میں قادیانیوں کا داخلہ ممنوع ہے اور شرعاً قرآن مجید میں حکم ہے کہ حدود حرم میں کوئی کافر نہیں جاسکتا‘ پاسپورٹ میں مذہب کے خانہ کی عدم موجودگی میں قادیانی جن کے اکثر طور پر نام مسلمانوں سے ملتے جلتے ہیں‘ دھوکہ دے کر خود کو مسلمان ظاہر کرکے سعودیہ عرب اور حرمین جاسکتے ہیں جو کہ باعث پامالی تقدس حرمین ہے اس خانہ کی موجودگی میں ایسے کافر دھوکہ نہیں دے سکتے اور حرمین شریفین نہیں پہنچ سکتے۔

☆☆..........☆☆

ہر مذہب میں کچھ بنیادی عقائد اور اصول ہوتے ہیں جن کی بنا پر ایک مذہب دوسرے مذہب سے جدا اور ممتاز سمجھا جاتا ہے

عقائد اسلام اور مرزائیت

تقابلی جائزہ

مفتی محمد راشد مدنی

قسط نمبر ۲

مسلمانوں کے عقائد

اہل اسلام کا عقیدہ ہے کہ انبیائے کرام علیہم السلام کا جو سلسلہ سیدنا آدم علیہ السلام سے شروع ہوا تھا' حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر آ کر ختم ہوگیا' آپ علیہ السلام کے بعد کسی کو بھی منصب نبوت عطا نہیں کیا جائے گا' خواہ نبوت تشریعی ہو یا غیر تشریعی یا کسی بھی قسم کی ہو۔

قرآن مجید سے ثبوت:

"ما کان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین." (سورۂ احزاب)

ترجمہ: "محمد صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں' لیکن اللہ کے رسول اور نبیوں کو ختم کرنے والے آخری نبی ہیں۔"

نوٹ: اس آیت مبارکہ سے واضح ہوا کہ آپ علیہ السلام سب انبیائے کرام سے آخر میں تشریف لائے' اور اس سلسلۂ نبوت کو ختم کرنے والے ہیں' آپ کے بعد کسی کو منصب نبوت پر فائز نہیں کیا جائے گا خواہ کسی بھی قسم کی نبوت ہو۔

مرزائیوں کے عقائد

مرزائیوں کے نزدیک حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوت ختم نہیں ہوئی' بلکہ آپ کے بعد بھی نبوت کا دروازہ کھلا ہے۔ آپ علیہ السلام کے بعد بھی نبی آ سکتے ہیں۔ مرزا غلام احمد قادیانی بھی سابقہ انبیاء کی طرح نبی ہیں اور مرزا غلام احمد قادیانی کو نبی نہ ماننے والے کافر ہیں۔

مرزائیوں کی کتابوں سے ثبوت:

مرزا غلام احمد قادیانی نے لکھا ہے:

"انا ارسلنا الیکم رسولاً شاھداً علیکم کما ارسلنا الیٰ فرعون رسولا."

ترجمہ: "ہم نے تمہاری طرف ایک رسول (یعنی مرزا قادیانی...... ناقل) بھیجا ہے اسی رسول کے مانند ہے جو فرعون کی طرف بھیجا گیا تھا۔"

(حقیقۃ الوحی ص ۱۰۱ روحانی خزائن ج ۲۲ ص ۱۰۵)

☆...... اور میں اس خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں جس کے ہاتھ میں میری جان کہ اسی نے مجھے بھیجا ہے اور اس نے میرا نام نبی رکھا ہے اور اسی نے مجھے مسیح موعود کے نام سے پکارا ہے اور اس نے میری تصدیق کے لئے بڑے بڑے نشان ظاہر کئے جو تین لاکھ تک پہنچتے ہیں۔ (حقیقۃ الوحی ۳۸۷ روحانی خزائن ج ۲۲ ص ۵۰۳)

بنیادی عقائد میں سے ایک بھی عقیدہ سے انحراف مذہب سے تعلق ختم کر دیتا ہے جبکہ قادیانی مذہب نے بیسیوں اسلامی عقائد سے انحراف کیا ہے

REGD. NO. SS-160

عالمی مجلس
تحفظ ختم نبوت سے تعاون

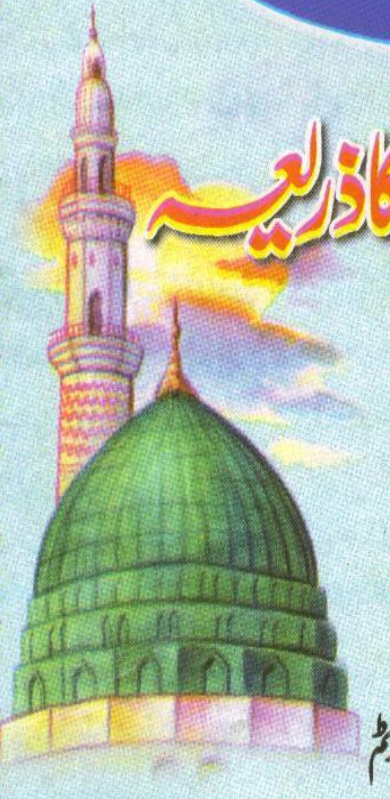

شفاعتِ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ذریعہ

- پوری دنیا میں قادیانیت کا تعاقب
- قادیانیوں کو دعوتِ اسلام
- سینکڑوں مبلغین کے ذریعہ قادیانی سرگرمیوں کا سد باب
- عدالتوں میں قادیانیت کے متعلق مقدمات کی پیروی
- سینکڑوں مساجد و مدارس کے ذریعہ مبلغین کی تیاری
- دفاتر ختم نبوت، دار التصنیف اور لائبریریوں کا قیام
- قادیانیت سے تائب ہونے والے مسلمانوں کی نگہداشت
- ہفت روزہ ختم نبوت کے ذریعہ قادیانیت کا قلمی پوسٹ مارٹم

ان تمام صدقاتِ جاریہ میں شرکت کے لئے
زکوٰۃ، صدقات، خیرات، فطرہ، عطیات عالمی مجلس تحفظِ ختمِ نبوت کو عنایت فرمائیں

ترسیل زر کا پتہ

دفتر مرکزیہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت حضوری باغ روڈ ملتان

فون: 514122-583486 فیکس: 542277

اکاؤنٹ نمبر: 3464 یو بی ایل حرم گیٹ برانچ، ملتان۔

جامع مسجد باب الرحمت، پرانی نمائش ایم اے جناح روڈ کراچی

فون: 7780337 فیکس: 7780340

اکاؤنٹ نمبر: 8-363 اور 2-927 الائیڈ بینک بنوری ٹاؤن برانچ

نوٹ: مجلس کے مرکزی دفاتر میں رقوم جمع کرا کے مرکزی رسید حاصل کر سکتے ہیں

نوٹ: رقوم دیتے وقت مد کی صراحت ضروری ہے تاکہ شرعی طریقے سے مصرف میں لایا جا سکے

اپیل کنندگان:

(مولانا) خواجہ خان محمد	سید نفیس الحسینی	(مولانا) عزیز الرحمن
امیر مرکزیہ	نائب امیر مرکزیہ	ناظم اعلیٰ